ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

22

13 تا 19 رمضان المبارک 1439ھ / 29 مئی تا 4 جون 2018ء

اس شمارے میں

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج

روزے کے احکام

مطالعۂ کلامِ اقبال (72)

اسرائیل کی حالیہ درندگی
اور نواز شریف کا متنازع بیان

سامانِ شیون

عشرۂ مغفرت کی فصلِ بہار

خدمتِ قرآن کی ابتدائی منزل

رمضان اور دُعا

دن کا روزہ، رات کا قیام

قارئین!! رمضان ہدایت کا مہینہ ہے اور قرآن ہدایت کی کتاب۔ دن کے روزے اور رات کے قیام میں بہت گہرا تعلق ہے۔ کھانا اور سو لینا دنیا کا بے کار مشغلہ ہے۔ یہ دنیا اگر کھانا اور سونا کبھی چھوڑ بھی دیتی ہے تو اس کے پیچھے کوئی اعلیٰ مقصد نہیں ہوتا۔ یہاں کھانے کی قربانی تقریباً کھانے کے لیے ہی ہوتی ہے۔ ہدایت دراصل یہ ہے کہ آدمی جینے کی غرض جانے اور اعلیٰ زندگی کا راز پائے۔ ’’تقویٰ‘‘ اس اعلیٰ اور ارفع زندگی کا ہی دوسرا نام ہے۔ یوں سمجھو کہ روزے اور قیام کی ایک ماہ کی محنت بس اسی مقصد کے لیے ہے۔ اس عمل سے اگر ہدایت کا یہ احساس برآمد نہ ہوا، بلند مقصد کے لیے جینے اور مرنے کا حوصلہ پیدا نہ ہوا، اس ایک ماہ میں اگر بندگی کا عہد پختہ نہ ہوا، اپنے روزوں کی شکل میں اللہ کو ہم اگر اپنا آپ پیش نہ کر سکے تو بھائیو! اللہ کو غلے اور اناج کی کمی تو درپیش نہیں! اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ عبادت جو ہے ہی ایک مقصد کا نام، وہ ہمارے ہاتھوں بے مقصد ہو کر رہ جائے! تب اسے عبادت کہا ہی نہیں جا سکتا۔ اسی لیے امام ابن تیمیہؒ ایسے عمل کے لیے عادت کا لفظ بہتر قرار دیتے ہیں! عبادت تو وہ ہے جو آپ کو بندگی کے احساس کے ساتھ اللہ کے سامنے بے حس و حرکت کھڑا کر دے اور اس (عبادت) کے بار بار کرنے پر بندگی کے اصل رشتے کی خود بخود تجدید ہوتی رہے، بندگی کے اس رشتے کی تجدید، جو کہ اصل ایمان ہے۔

صیام اور بندگی کے معانی

حامد کمال الدین

الھدیٰ (805)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

حضرت ہارون علیہ السلام کی بنی اسرائیل کو نصیحت

سُورۃُ طٰہٰ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 90 تا 93

وَلَقَدۡ قَالَ لَهُمۡ هٰرُوۡنُ مِنۡ قَبۡلُ يٰقَوۡمِ اِنَّمَا فُتِنۡتُمۡ بِهٖ‌ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحۡمٰنُ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ وَاَطِيۡعُوۡۤا اَمۡرِىْ ۝ قَالُوۡا لَنۡ نَّبۡرَحَ عَلَيۡهِ عٰكِفِيۡنَ حَتّٰى يَرۡجِعَ اِلَيۡنَا مُوۡسٰى ۝ قَالَ يٰهٰرُوۡنُ مَا مَنَعَكَ اِذۡ رَاَيۡتَهُمۡ ضَلُّوۡۤا ۙ ۝ اَلَّا تَتَّبِعَنِ‌ ؕ اَفَعَصَيۡتَ اَمۡرِىْ ۝

آیت ۹۰ ﴿وَلَقَدۡ قَالَ لَهُمۡ هٰرُوۡنُ مِنۡ قَبۡلُ﴾ ''اور ہارونؑ انہیں پہلے ہی کہہ چکا تھا''

حضرت ہارون علیہ السلام ان لوگوں کو پہلے ہی ان الفاظ میں سمجھانے کی پوری کوشش کر چکے تھے:

﴿يٰقَوۡمِ اِنَّمَا فُتِنۡتُمۡ بِهٖ‌ ۚ﴾ ''اے میری قوم کے لوگو! تمہیں تو اس (بچھڑے) کے ذریعے سے فتنے میں ڈالا گیا ہے۔''

﴿وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحۡمٰنُ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ وَاَطِيۡعُوۡۤا اَمۡرِىْ ۝۹۰﴾ ''اور یقیناً تمہارا رب (یہ بچھڑا نہیں بلکہ) رحمٰن ہے' چنانچہ تم لوگ میری پیروی کرو اور میری بات مانو۔''

آیت ۹۱ ﴿قَالُوۡا لَنۡ نَّبۡرَحَ عَلَيۡهِ عٰكِفِيۡنَ حَتّٰى يَرۡجِعَ اِلَيۡنَا مُوۡسٰى ۝۹۱﴾ ''انہوں نے کہا: ہم تو اسی پر اعتکاف کرتے رہیں گے' یہاں تک کہ موسیٰؑ خود ہمارے پاس واپس آ جائیں۔''

یہ جواب پوری بنی اسرائیل قوم کی طرف سے نہیں تھا بلکہ صرف ان لوگوں کی طرف سے تھا جو ان میں سے بچھڑا پرستی کے مشرکانہ عقیدے میں مبتلا ہوئے تھے اور پھر اس پر اڑ گئے تھے۔ انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو جواب دیا کہ ہم تو اب اسی کی پرستش کرتے رہیں گے' یہاں تک کہ موسیٰؑ خود آ کر اس بارے میں کوئی فیصلہ کریں۔ یہ لوگ اس سے پہلے بھی ایک بت پرست قوم کی دیکھا دیکھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کر چکے تھے (الاعراف: ۱۳۸) کہ ان لوگوں کے بتوں جیسا ہمیں بھی کوئی معبود بنا دیں جس کے سامنے بیٹھ کر ہم پوجا پاٹ کر سکیں۔

آیت ۹۲ ﴿قَالَ يٰهٰرُوۡنُ مَا مَنَعَكَ اِذۡ رَاَيۡتَهُمۡ ضَلُّوۡۤا ۝۹۲﴾ ''موسیٰؑ نے کہا: اے ہارون! آپؑ کو کس چیز نے روکا تھا جب آپؑ نے انہیں دیکھا کہ وہ گمراہ ہو گئے ہیں۔''

آیت ۹۳ ﴿اَلَّا تَتَّبِعَنِ‌ ؕ﴾ ''کہ آپؑ نے میری پیروی نہ کی؟''

اس کا دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے ''جو آپ میرے پیچھے نہ آ گئے''۔ یعنی آپؑ میرے پیچھے کوہِ طور پر کیوں نہ آ گئے اور آ کر کیوں نہ مجھے بتایا کہ وہ لوگ یوں گمراہ ہو گئے ہیں۔

﴿اَفَعَصَيۡتَ اَمۡرِىْ ۝۹۳﴾ ''یا پھر آپؑ نے نافرمانی کی میرے حکم کی؟''

اگرچہ عمر میں حضرت ہارون علیہ السلام بڑے تھے مگر منصب نبوت کے اعتبار سے چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رتبہ ان سے بڑا تھا اس لیے آپؑ نے اس انداز میں حضرت ہارونؑ سے جواب طلبی کی۔

فرمان نبویؐ

لباس میں خاکساری اور تواضع پر انعام واکرام

عَنۡ مُعَاذِ بۡنِ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنۡ تَرَکَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰہِ وَھُوَ یَقۡدِرُ عَلَیۡہِ دَعَاہُ اللّٰہُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ عَلٰی رُءُوۡسِ الۡخَلَائِقِ حَتّٰی یُخَیِّرَہٗ مِنۡ اَیِّ حُلَلِ الۡاِیۡمَانِ یَلۡبَسُھَا)) (رواہ الترمذی)

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو بندہ گراں قیمت لباس کی استطاعت کے باوجود ازراہِ تواضع وانکساری اس کو استعمال نہ کرے (اور سادہ معمولی لباس ہی پہنے) تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ساری مخلوقات کے سامنے بُلا کر اختیار دے گا کہ وہ ایمان کے جوڑوں میں سے جو جوڑا بھی پسند کرے' اس کو زیب تن کرے۔''

تشریح: یہ بشارت ان بندوں کے لئے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اتنی دولت دی ہے کہ وہ بہت اعلیٰ اور بیش قیمت لباس بھی استعمال کر سکتے ہیں لیکن وہ اس مبارک جذبے کے تحت ایسا لباس نہیں پہنتے کہ اس کی وجہ سے دوسرے بندوں پر میرا تفوق اور میری بڑائی ظاہر ہو گی اور شاید کسی غریب ونادار بندے کا دل ٹوٹے۔ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اہل محشر کے سامنے انہیں اس انعام واکرام سے نوازے گا کہ اہلِ ایمان جنتیوں کے لئے جو اعلیٰ سے اعلیٰ جوڑے وہاں موجود ہوں گے فرمایا جائے گا کہ ان میں سے جو جوڑا چاہو لے لو اور استعمال کرو۔

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج

تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان نے اقتدار میں آنے کی صورت میں پہلے سو دن کا ایجنڈا عوام کے سامنے پیش کیا ہے جس کا موضوع اول ہے طرزِ حکومت میں تبدیلی۔ اس عنوان کے تحت وہ اعلان کرتے ہیں کہ احتساب حکومت کا اہم ستون ہوگا' گاؤں تک عوام کو اختیارات کی فراہمی ہوگی' پولیس کے شعبہ کو سیاست سے پاک اور با اختیار بنایا جائے گا' فراہمی انصاف میں انقلابی تبدیلی لائی جائے گی۔ موضوع دوم' وفاقِ پاکستان کے استحکام کے بارے میں ہے جس کے مطابق فاٹا کو پختونخوا میں ضم کیا جائے گا' بلوچستان میں مفاہمتی عمل کو آگے بڑھایا جائے گا' انتظامی بنیادوں پر صوبہ جنوبی پنجاب کا قیام عمل پذیر ہوگا' کراچی کے حالات میں بہتری لائی جائے گی' غربت میں کمی کی باقاعدہ تحریک شروع کی جائے گی۔ موضوع سوم میں معیشت کی بحالی کے لیے اقدامات کا ذکر ہے۔ نوجوانوں کے لیے روزگار کی فراہمی' پچاس لاکھ گھر عوام کے لیے تعمیر کیے جائیں گے' سیاحت کا فروغ ہوگا' ریاستی اداروں کی تنظیم نو کی جائے گی۔ توانائی کے بحران کا خاتمہ کیا جائے گا۔ موضوع چہارم' زرعی ترقی کے بارے میں ہے جس کے مطابق کاشتکار کے لیے زراعت کو منافع بخش بنانے کے لیے زرعی ایمرجنسی نافذ ہوگی' کسانوں کی مالی امداد کی جائے گی' زرعی منڈیوں میں تبدیلی اور لائیو سٹاک کو بہتر کاروباری شکل دینے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔ قومی واٹر پالیسی پر عملدرآمد یقینی بنایا جائے گا۔ موضوع پنجم' سماجی خدمت کے حوالے سے ہے۔ صحت اور تعلیم میں تبدیلی بنیادی اور مرکزی نکتہ ہوگا۔ سوشل سیفٹی نیٹ میں اضافہ کیا جائے گا۔ انکم سپورٹ پروگرام 80 لاکھ خاندانوں تک بڑھایا جائے گا۔ خواتین کی ترقی اور بہبود پر خصوصی توجہ مرتکز کی جائے گی۔ شہریوں کے لیے پینے کے صاف پانی کی فراہمی کا بندوبست کیا جائے گا۔ شجرکاری اور ماحول کے تحفظ کی مہم کا آغاز کیا جائے۔ موضوع ششم میں پاکستان کی قومی سلامتی کی ضمانت کی بات کی گئی ہے۔ جس میں ادارہ جاتی ڈھانچے میں جدت و توسیع کا ذکر ہے۔ خارجہ پالیسی کے ذریعے معیشت کی مضبوطی کی کوشش کی جائے گی۔ نیشنل سیکورٹی آرگنائزیشن کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ داخلی سیکورٹی میں اضافہ کیا جائے گا۔ دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک جامع داخلی سیکورٹی پالیسی نافذ کی جائے گی۔

ہم نے چاہا ہے کہ اپنے تبصرے سے پہلے مختصر ترین الفاظ میں تحریک انصاف کا سو روزہ پروگرام اپنے قاری تک پہنچایا جائے۔ تاکہ وہ کھلے ذہن کے ساتھ تمام صورت حال پر غور کر سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ چھ عدد موضوعات اور اُن کے ذیل میں درج تفصیلات کے ساتھ کس کو اختلاف ہو سکتا ہے؟ منشور اچھا ہے، یقیناً بہت اچھا ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ انتخابات سے قبل انتہائی دلکش منشور اور عوام سے کیے گئے وعدوں کے حوالے سے ہمارے سیاست دانوں کا ریکارڈ انتہائی خراب ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ منفی ہے اور بُری طرح کی پسپائی کا ہے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے نعرے ''روٹی، کپڑا اور مکان،

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
13 تا 19 رمضان المبارک 1439ھ جلد 27
29 مئی تا 4 جون 2018ء شمارہ 22
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ------------ (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

مانگ رہا ہے ہر انسان'' کا کیا حشر ہوا؟ مسلم لیگ (ن) گڈ گورننس کا دعویٰ لے کر اور زرداری کی کرپشن ختم کرنے آئی تھی۔ لیکن خود کرپشن کے ایسے ریکارڈ قائم کیے ہیں کہ زرداری بھی شاگردی اختیار کرنے پر تیار ہوں گے۔ عمران خان ابھی تک مرکزی حکومت حاصل نہیں کر سکے۔ دوسرے حکمرانوں سے ڈسے عوام اُن کے خوبصورت وعدوں پر کیسے اعتبار کریں؟ ہم فی الحال اُن کے ایجنڈے میں چند تضادات کا ذکر کریں گے۔ جب سے حضرت سیاست میں آئے ہیں با آواز بلند یہ نعرہ لگا رہے ہیں کہ پاکستان کو مدینہ کی طرز کی ریاست بنا دیں گے۔ لیکن اپنے موضوع سوم میں جب معیشت کی بحالی اور معاشی پالیسی کا ذکر کرتے ہیں تو سود کو ختم کرنے کا ذکر تک نہیں کرتے۔ گویا ریاست مدینہ کی طرز پر ریاست بنانے والوں کے پروگرام میں سود کا خاتمہ شامل ہی نہیں ہے۔ موضوع پنجم میں خواتین کی ترقی اور بہبود کے عنوان کے تحت جو کچھ فرماتے ہیں وہ کسی دوسری سیکولر جماعت سے مختلف نہیں سوائے اس کے کہ وراثت میں خواتین کا حق محفوظ بنانے کے لیے لائحہ عمل دیا جائے گا۔ باقی وہی ویمن اکنامک ایمپاورمنٹ پیکج اور وہی شانہ بشانہ کام کرنے کے مواقع فراہم کرنا شامل ہے جو اُن سیاسی جماعتوں کے منشور کا حصہ ہے جو پاکستان کو مدینہ کی طرز کی ریاست بنانے کی دعویدار نہیں ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عمران خان کی درجنوں تقاریر، اُن کے رویے اور طرزِ عمل سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اسلام کے صرف سوشل جسٹس کے قائل ہیں جیسے بعض سیکنڈے نیوین ممالک میں یہ سوشل جسٹس نظر آتا ہے۔ دل پر جبر کر کے اور ذہن کو مجبور کر کے یہ مان بھی لیا جائے کہ سوشل جسٹس کا قیام عمل میں آ جائے گا تو سوال یہ ہے کہ کیا ریاست مدینہ محض سوشل جسٹس کا ایک نمونہ تھی؟ ہمارے نزدیک ہرگز ہرگز نہیں۔ ریاست مدینہ مکمل اسلامی فلاحی ریاست تھی، سوشل جسٹس جس کا ایک جز ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں انسانی معاشرے کے جن تین اجتماعی گوشوں کا ذکر کرتا ہے وہ ہیں سیاسی، معاشی اور معاشرتی گوشے۔ عجیب اور تکلیف دہ بات یہ ہے کہ معاشرتی گوشہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ اپنی آخری کتاب میں بڑی تفصیل سے اور پُر زور انداز میں کرتا ہے عمران خان جس ریاست کو ریاست مدینہ کے مثل کہنے پر تلے ہوئے ہیں اُس میں معاشرتی گوشہ کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں۔ جہاں تک سیاسی اور معاشی گوشوں کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیاسی حوالے سے انسانوں کو اپنی کتاب میں یہ اشارہ دے دیا کہ اپنے معاملات کو مشاورت کے ذریعے طے کرو۔ لہٰذا کوئی بھی طرزِ حکومت قابل قبول ہے جو شریعت کے تمام تقاضوں پر پورا اُترتی ہو اور کوئی شے شریعت کے دائرے سے باہر نہ ہو۔ معیشت کے حوالے سے دو ایسے سنہری اصول مختصراً دے دیئے کہ سود حرام مطلق ہے اور حکومتی سطح پر اہتمام کیا جائے کہ دولت چند ہاتھوں میں مرتکز نہ ہو۔ جو معاشرہ یہ معاشی اصول اپنا لے گا اُس میں سرمائے کی بنیاد پر انسان کا انسان کے ہاتھوں استحصال ناممکن ہو جائے گا۔ البتہ معاشرتی نظام کے حوالے سے جو تفصیلات قرآن پاک میں دی گئی ہیں وہ مختصر سی اِس تحریر میں سما ہی نہیں سکتیں۔ گھر کے یونٹ کو معاشرتی نظام کی بنیاد قرار دیا ہے۔ گھر کے مرد کو قوام کی حیثیت حاصل ہوگی۔ یعنی آپ اُسے گھر کا حکمران کہہ سکتے ہیں۔ اس قوام کو اہل خانہ کی دنیوی اور دینی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ پھر معاشرے میں مرد اور عورت کا الگ الگ کردار متعین کیا ہے۔ مخلوط محفلوں اور مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کو سختی سے رد کیا گیا ہے۔ مرد محنت مزدوری کر کے کما کر لائے گا۔ عورت اُس کی غیر حاضری میں اس کی عزت و آبرو کی محافظ ہو گی اور اپنے بچوں کی اسلامی بنیادوں پر تعلیم و تربیت کرے گی۔ عمران خان اگر (اور یہ بہت بڑا اگر ہے) اسلام کے معاشرتی نظام کو پس پشت ڈالتے ہیں اور سیکنڈے نیوین ممالک کی طرح سوشل جسٹس پر انحصار کرتے ہیں تو پھر وہی حال ہوگا جو سیکنڈے نیوین ممالک کا ہوا ہے۔ جہاں خاندان اور گھر کا تصور ختم ہو چکا ہے۔ جہاں بلی اور کتیا کے بچوں کی طرح انسانی بچے اپنے قدموں پر چلنے کے قابل ہوتے ہیں تو اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اچھا گھر اچھے معاشرے کے لیے پہلی اینٹ کی حیثیت رکھتا ہے اور اچھا معاشرہ اچھی ریاست کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ ایسی صورت میں ممکن نہیں کہ بُرے لوگ بطور حکمران مسلط ہو جائیں۔ یہ حکومت انسان دوست ہوگی جس سے عالمی امن کے قیام کے امکانات بھی روشن ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔ اِس پروگرام پر ہمارا تبصرہ اِس شعر کی صورت میں ہے ۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم پاکستان کو حقیقت میں ریاست مدینہ کے مثل بنا دیں۔ آمین یارب العالمین!

☆☆☆

روزے کے احکام

سورۃ البقرۃ کے 23 ویں رکوع کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن ڈاکٹر عارف رشید حفظہ اللہ کے 09 جون 2017ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابو ابراھیم

حضرات محترم! رمضان کا بابرکت مہینہ جس قدر تیزی سے گزر رہا ہے، اس کا احساس آپ کو یقیناً ہوگا۔ لہٰذا اس احساس زیاں کے ساتھ کہ کہیں ہم نیکیوں کے اس موسم بہار سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے سے رہ نہ جائیں اس ماہ مبارک میں رمضان، حکمت صوم اور صوم اور قرآن کا باہمی تعلق کے موضوعات پر زیادہ سے زیادہ گفتگو ہونی چاہیے کیونکہ یہ تمام چیزیں ہمارے لیے ایک یاددہانی کا ذریعہ بنتی ہیں اور ظاہر ہے یہ اس لیے ضروری ہے کہ ہم ماہ رمضان کی برکات و انعامات سے بھرپور طریقے سے استفادہ کرسکیں۔ اس ضمن میں سورۃ البقرۃ کا 23 واں رکوع خاص اہمیت رکھتا ہے جس میں رمضان کے روزوں کے تمام احکام کو مفصل انداز میں یکجا بیان کر دیا گیا ہے۔ میری کوشش ہوگی کہ آج کی گفتگو میں اس رکوع کا لفظ بلفظ ترجمہ اور اس کا بنیادی مفہوم آپ حضرات تک پہنچ جائے۔ اس رکوع کی پہلی آیت ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ١٨٣﴾

''اے ایمان والو! تم پر بھی روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسے کہ فرض کیا گیا تھا تم سے پہلوں پر تا کہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے۔''

اس آیت میں روزے کی فرضیت کے ساتھ ساتھ اس کا بنیادی مقصد بھی بیان کر دیا گیا کہ روزہ محض بھوکا پیاسا رہنے کا نام نہیں بلکہ اس کا اصل مقصود تقویٰ کا حصول ہے۔ یعنی دن بھر کا روزہ جس میں ہم اللہ کے حکم سے ایک خاص دورانیہ کے لیے حلال چیزوں کو بھی اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں ایک طرح کی تربیت ہے تا کہ ہم خود کو اس چیز کا خوگر بنا سکیں کہ ہم اپنی نفسانی خواہشات کو کنٹرول کر سکیں، خود کو اپنے حیوانی وجود کی گرفت سے نکال سکیں اور اپنی زندگی کو اللہ کے احکامات کے تابع کیا جا سکے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ افضل ترین جہاد اس کا ہے جو اپنے نفس کو کنٹرول کرے۔ یعنی جو اپنے نفس کے حیوانی تقاضوں کو کنٹرول میں رکھے۔ قرآن نے بھی کامیابی کی گارنٹی صرف اسی شخص کو دی ہے: ﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ﴾ ''اور جو کوئی ڈرتا رہا اپنے ربّ کے حضور کھڑا ہونے (کے خیال) سے'' ﴿وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ٤٠﴾ ''اور اُس نے روکے رکھا اپنے نفس کو خواہشات سے۔'' (النّٰزِعٰت)

چنانچہ روزہ اس کے لیے تیر بہدف ہے جس میں انسان پورا مہینہ خود کو اس ایکسرسائز سے گزارتا ہے۔

روزے کا ایک ظاہری وجود ہے کہ جس میں کھانے، پینے اور نفسانی خواہشات پورا کرنے سے رکنا ہے لیکن روزے کا باطنی وجود جو اس کا اصل مقصود ہے وہ ہے اللہ سے ڈرنا، گناہوں سے، حرام کاموں سے اور اللہ کی نافرمانی سے بچنا۔ اگر روزے کا مقصود یہ نہیں تو پھر اس کا کوئی فائدہ نہیں سوائے بھوکا پیاسا رہنے کے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص (روزہ رکھ کر) جھوٹی بات بنانا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ وہ محض اپنا کھانا پینا چھوڑ دے''۔ (سنن ابی داؤد)

یعنی ہم روزے کی برکات، ثمرات اور انعامات کے حقیقی معنوں میں مستحق تب ہی بن سکتے ہیں جب ہمارا مقصد پرہیز گاری اختیار کرنا اور اللہ کے احکامات کی فرمانبرداری اختیار کرنا ہو۔ ایک حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے گئے' اور جس نے رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا (قرآن سننے اور سنانے کے لیے) ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کے بھی تمام سابقہ گناہ معاف کر دیے گئے' اور جو لیلۃ القدر میں کھڑا رہا (قرآن سننے اور سنانے کے لیے) ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کی بھی سابقہ تمام خطائیں بخش دی گئیں!''۔ (رواہ البخاری و مسلم)

یہاں اِحْتِسَابًا کا لفظ خود احتسابی کے معنوں میں آیا ہے۔ دوسروں پر تنقید کرنا اور دوسروں میں عیب تلاش کرنا تو بہت آسان ہے جس کے لیے ہر کوئی تیار رہتا ہے جبکہ اصل مقصد ذاتی احتساب ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ((حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا)) (ترمذی) ''اپنا محاسبہ کرلو اس سے قبل کہ تم سے حساب لیا جائے''۔ حدیث میں آتا ہے کہ توبہ کا در کھلا رہتا ہے جب تک کہ موت کے آثار شروع نہیں ہوتے۔ لیکن کیا گارنٹی ہے کہ موت سے پہلے اللہ تعالیٰ ہمیں توبہ کی توفیق دے گا یا نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنا محاسبہ کرتے رہا کریں اور اپنی لغزشوں پر اللہ کے حضور توبہ کرتے رہا کریں۔ چنانچہ روزے میں تقویٰ کے حصول کے لیے خود کو احتساب سے گزارنا بھی ضروری ہے۔ یہ غور و فکر کرے کہ زندگی میں جو خلاف شریعت چیزیں آ گئی ہیں انہیں دور کرے۔

﴿اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ﴾ ''گنتی کے چند دن ہیں''۔

عرب لغت میں معدودہ کا لفظ تو 10 سے کم کے لیے آتا ہے۔ رمضان المبارک کے روزے فرض ہونے سے پہلے ہر اسلامی مہینے کی 13' 14 اور 15 تاریخ کے روزے مسلمانوں پر فرض تھے۔ رمضان کے روزوں کی

فرضیت کے بعد ان تین روزوں کی حیثیت نفلی روزوں کی ہوگئی۔ عرفِ عام میں انہیں ایامِ بیض کے روزے کہا جاتا ہے اور ﴿اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ﴾ سے مراد یہی تین روزے ہیں۔ رمضان سے پہلے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ یہ تین روزے بڑے اہتمام کے ساتھ رکھتے تھے۔ کیونکہ ان کی فضیلت تھی، حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص ایام بیض کے تین روزے رکھے اہتمام کے ساتھ تو گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔

﴿فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ﴾

''پس جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ تعداد پوری کر لے دوسرے دنوں میں۔''

یہ اصول بعینہٖ وہی ہے جو رمضان کے روزوں کا ہے' لیکن ایام بیض کے روزوں کے حوالے سے ایک رعایت یہ بھی ہے جو رمضان کے روزوں میں نہیں ہے کہ:

﴿وَعَلَى الَّذِيۡنَ يُطِيۡقُوۡنَهٗ فِدۡيَةٌ طَعَامُ مِسۡكِيۡنٍ ؕ﴾

''اور جو اس کی طاقت رکھتے ہوں (اور وہ روزہ نہ رکھیں) اُن پر فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا کھلانا۔''

آگے فرمایا: ﴿فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَيۡرًا فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهٗ ؕ﴾ ''اور جو اپنی مرضی سے کوئی خیر کرنا چاہے تو اُس کے لیے بہتر ہے''۔

یعنی اگر کوئی شخص بہت سے مساکین کو کھانا کھلائے یا اگر وہ بعد میں روزہ بھی رکھے اور مسکین کو کھانا بھی کھلائے تو یہ اس کے لیے بہت اجر وثواب کا باعث ہے۔

﴿وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸۴﴾﴾

''اور روزہ رکھو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو''۔

یعنی اگر کوئی شخص بیمار بھی نہیں ہے اور نہ ہی سفر میں ہے تو اس کے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے۔ بغیر کسی عذر کے روزہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ یہاں تک ایام بیض کے روزوں کے حوالے سے احکامات تھے۔ اب آگے وہ آیت آ رہی ہے جو رمضان کے موضوع پر جامع ترین آیت ہے۔

﴿شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِىۡٓ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰى وَالۡفُرۡقَانِ ۚ﴾

''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا لوگوں کے لیے ہدایت بنا کر اور ہدایت اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کی روشن دلیلوں کے ساتھ۔''

یعنی رمضان کے مہینے کی اصل فضیلت یہ ہے کہ اس میں قرآن نازل کیا گیا ہے اور اس قرآن سے ہدایت وہی حاصل کریں گے جن کے اندر کچھ تقویٰ ہوگا۔ اس کے برعکس جو اپنے تکبر پر اڑے رہیں اور مخالفت پر کمر کس لیں تو ہدایت سے محروم ہی رہیں گے۔ جیسے ابو جہل نے حضور ﷺ کی زبان سے قرآن سنا تھا لیکن وہ بدبخت محروم رہا۔ جبکہ جن میں تقویٰ تھا انہوں آگے بڑھ کر فوراً لبیک کہا۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں نے جس شخص کے سامنے اسلام کی دعوت رکھی اس نے کچھ نہ کچھ توقف ضرور کیا سوائے ابوبکرؓ کے۔ ایک لحظہ کا توقف بھی نہیں کیا۔ اسی وجہ سے ہم انہیں صدیق اکبرؓ کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن سے ہدایت وہی حاصل کریں گے جن میں کچھ نہ کچھ تقویٰ ہو اور روزے کا مقصود تقویٰ ہے۔

آیت کے اگلے حصے میں اس ماہِ مبارک میں روزے کی فرضیت کا اعلان کیا جا رہا ہے: ﴿فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَـصُمۡهُ ؕ﴾ ''تو جو کوئی بھی تم میں سے اس مہینے کو پائے (یا جو شخص بھی اس مہینے میں مقیم ہو) اس پر لازم ہے کہ روزہ رکھے''۔

یعنی اس مہینہ میں روزہ رکھنا ہر عاقل و بالغ پر فرض ہے۔ ایام بیض کے روزوں میں جو بغیر عذر کے فدیہ دینے کی رعایت تھی' رمضان کے روزوں میں وہ رعایت نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ دل نہیں مان رہا یا کسل مندی کی وجہ سے، یا تھوڑی سی کمزوری ہے تو روزہ نہیں رکھا بلکہ یہاں روزہ لازمی رکھنا ہے۔ البتہ: ﴿وَمَنۡ كَانَ مَرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى

پریس ریلیز 25 مئی 2018ء

فاٹا کا خیبر پختونخوا صوبہ میں انضمام ایک تاریخی اقدام ہوگا

31 ویں آئینی ترمیم ریاست پاکستان کی تکمیل اور بہتر مستقبل کی تعمیر میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے

مکمل انصاف اور حقوق اس ملک میں تب ہی میسر ہوں گے جب ہم یہاں اسلام کا نظام عدل اجتماعی باقاعدہ نافذ کریں گے

حافظ عاکف سعید

فاٹا کا خیبر پختونخوا صوبہ میں انضمام ایک تاریخی اقدام ہوگا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں اپنے خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ 31 ویں آئینی ترمیم ریاست پاکستان کی تکمیل اور بہتر مستقبل کی تعمیر میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو آزاد ہوئے 70 سال گزر چکے ہیں۔ لیکن فاٹا کے عوام اب تک غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ فاٹا کا علاقہ ریاست کے اندر موجود ہونے کے باوجود علاقہ غیر کہلاتا تھا۔ FCR جیسے کالے قانون نے اُن کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی۔ وہ ملک اور پولیٹیکل ایجنٹ کے مظالم سہتے تھے لیکن دادرسی نہیں ہوتی تھی۔ اب پشاور ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ تک فاٹا کے لوگوں کی رسائی ہوگی اور ان علاقوں کے مکینوں کو بھی وہ سارے حقوق میسر ہوں گے جو مغربی استعمار نے انتہائی استحصالی نظام کے تحت ان سے چھین لیے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ریاست میں انصاف اور حقوق کی فراہمی کے لحاظ سے ابھی ہم نے مزید سفر طے کرنا ہے۔ مکمل انصاف اور حقوق اس ملک میں تب ہی میسر ہوں گے جب ہم یہاں اسلام کا نظام عدل اجتماعی باقاعدہ نافذ کریں گے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ﴾ ’’اور جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ تعداد پوری کرلے دوسرے دنوں میں۔‘‘

اگر مرض کی نوعیت واقعتاً ایسی ہو کہ روزہ رکھنے سے صحت مزید خراب ہونے کا اندیشہ ہو یا ڈاکٹر نے منع کر دیا ہو یا کسی ایسے سفر میں ہو جو انتہائی پُرمشقت اور تکلیف دہ ہو تو روزہ چھوڑ دینا چاہیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رعایت ہے اور اس سے فائدہ نہ اٹھانا بھی ناشکری ہے۔ ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ﴾ ’’اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ سختی نہیں چاہتا‘‘۔

لیکن یہاں یہ طرفہ تماشا بھی ہمارے ہاں ہوتا ہے کہ نمازوں کے معاملے میں حد درجے غیر محتاط، پڑھی یا نہیں پڑھی لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ روزہ تو غیرت کے لیے چیلنج ہے۔ خواہ 104 درجے کا بخار ہے لیکن روزہ نہیں چھوڑیں گے۔ حالانکہ نماز ہمارے دین کی عمارت کا مرکزی ستون ہے۔ حضورﷺ نے یہاں تک فرمایا کہ: ((مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جِهَارًا)) (ترمذی) ’’جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی اس نے ایک نوع کا کفر کیا‘‘۔

اسی طرح سفر میں روزہ نہ رکھنے کی رعایت آج بھی موجود ہے‘ لیکن آج کا سفر اُس زمانے کے سفر سے کئی گنا آسان بھی ہے۔ لہٰذا اگر سفر میں مشقت کا اندیشہ نہ ہو تو روزہ رکھ لینا چاہیے‘ یہ ناشکری کے ضمن میں نہیں آئے گا۔

فرمایا: ﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ﴾ ’’تاکہ تم تعداد پوری کرو‘‘۔

مستحب یہ ہے کہ جیسے ہی آپ صحت مند ہوں فوراً یہ تعداد پوری کرلیں۔ اس لیے کہ اچانک موت آجائے اور وہ قضاء کیے ہوئے روزے چھوٹ جائیں تو جوابدہی ہو جائے گی۔ یہ اس لیے ضروری ہے تاکہ: ﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ﴾ ’’اور تاکہ تم بڑائی کرو اللہ کی اس پر جو ہدایت اُس نے تمہیں بخشی ہے‘‘۔

تکبیر کے اصل معنی ہیں فی الواقع اللہ کو بڑا کرنا۔ ایک قولی تکبیر بھی ہے جس کا مطلب ہے زبان سے اللہ اکبر کہہ دینا۔ یقیناً اس کا بھی بڑا ثواب ہے لیکن تکبیر کے اصل معنی اپنے عمل سے فی الواقع اللہ کو بڑا ثابت کرنا ہیں۔ سب سے پہلے یہ دیکھے کہ اپنا جو پانچ چھ فٹ کا جسم ہے اس پر اللہ بڑا ہے یا نہیں ہے، اس کے بعد اپنے گھربار، بیوی بچوں میں اللہ بڑا ہے یا نہیں ہے۔ اگر نہیں ہے تو پھر دل کی گہرائیوں سے اللہ کی تکبیر کے لیے کھڑا ہو جائے۔ یعنی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر اللہ کے دین کے غلبے، سربلندی اور بالادستی کے لیے تن دل سے کوشش کرے۔ تکبیر کا حق تو اس وقت ادا ہوگا۔ جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل کے آخر میں ہے: ﴿وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾﴾ ’’اُس کی تکبیر کرو جیسے کہ تکبیر کرنے کا حق ہے‘‘۔

یہ قرآن جیسی نعمت جو الھدیٰ ہے، تمہارے لیے ہدایت اور راہنمائی ہے اس کا تقاضا صرف یہ نہیں ہے کہ بس تلاوت اور مراسم عبودیت تک محدود کرلو بلکہ اس کے ذریعے معاشرے کی اصلاح بھی تمہارے ذمے ہیں۔ اس دین کے احکامات کو نافذ کرنا، بالادست کرنا، اس کے لیے محنت اور کوشش کرنا بھی تمہاری ذمہ داری ہے تاکہ اللہ کا کلمہ سب سے اونچا ہو جائے، اللہ کا نظام غالب ہو جائے۔ اسی کا حکم سب سے بالا ہو۔ تو گویا جب تک اللہ کا کلمہ، اللہ کا دین سربلند نہیں ہوگا تکبیر کا حق ادا نہیں ہوگا۔

یا وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل
یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مذہبِ مردانِ خود آگاہ و خدامست
یہ مذہبِ مُلّا و جمادات و نباتات

کوئی درویش حجرے میں بیٹھا تسبیح کر رہا ہو اور معاشرے میں شیطان ننگا ناچ رہا ہو، اللہ کے احکامات کو پاؤں تلے روندا جا رہا ہو، کھلی آنکھوں سے بے حیائی، فحاشی اور عریانی کو نہ صرف tolerate کیا جا رہا ہو بلکہ وہ آپ کے گھروں کے اندر آچکی ہو تو محض زبان سے اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمدللہ کا ورد کرنے سے اللہ کی کبریائی کیسے ممکن ہوگی۔ اگرچہ آج یہ ہمارے اختیار میں ہی نہیں ہے، باطل کا اس درجے غلبہ ہو چکا ہے کہ اگر آپ حق بات کہیں گے بھی تو دبا دی جائے گی۔ ممکن ہے ٹارچر کیا جائے۔ لیکن کم سے کم اس جانب سفر جاری رکھنا، کوشش کرنا، یہ تو لازم ہے، یہی تکبیر ہے اور یہ اس لیے ضروری ہے کیونکہ یہ اس ہدایت کا تقاضا ہے جو قرآن کی صورت میں ہمیں عطا ہوئی ہے۔

﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾﴾ ’’اور تاکہ تم شکر کرسکو‘‘۔

شکرگزاری تب ہی انسان کرتا ہے جب اسے کسی نعمت یا انعام کا احساس اور شعور حاصل ہو جائے۔ قرآن اور رمضان اتنی بڑی نعمت ہیں کہ انسان ان کے لیے اللہ کی شکرگزاری کا حق ادا کر ہی نہیں سکتا۔ زبان سے اللہ اکبر، الحمدللہ، سبحان اللہ کہنا بھی شکرگزاری ہے اگرچہ یہ الفاظ دل کی گہرائیوں سے نکلیں لیکن اصل میں شکرگزاری یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں اللہ کے احکامات کی فرمانبرداری اختیار کرے۔

آگے فرمایا: ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ﴾ ’’اور (اے نبیﷺ!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو (ان کو بتا دیجیے کہ) میں قریب ہوں‘‘۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ تمہارا خالق، مالک، رب بہت دور ہے لہٰذا اس تک رسائی ممکن نہیں ہے اور تم تو گنہگار ہو فسق و فجور کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہو، تمہارا تو حق ہی نہیں کہ اس سے ہم کلام ہوسکو۔ قرآن نے ان تمام جاہلانہ تصورات کی نفی کر دی ہے کیونکہ یہ بدترین مذہبی استحصال ہوسکتا ہے کہ درمیان میں واسطے بنا دیے جائیں کہ یہ پیر ہے، یہ پنڈت ہے، یہ پادری ہے، یہ پوپ ہے۔

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
پیرانِ کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

قرآن نے ان تمام واسطوں کو ختم کر دیا اور یہ قربت کا معاملہ اس درجے کا ہے کہ سورۃ الکہف میں فرمایا: ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾﴾ (ق) ’’اور ہم تو اُس سے اُس کی رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں‘‘۔

آگے فرمایا: ﴿اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ﴾ ’’میں تو ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب بھی (اور جہاں بھی) وہ مجھے پکارے‘‘۔

لیکن دعا (پکارنے) کی بھی کچھ شرائط و آداب ہیں۔ اس کا نقشہ نبی اکرمﷺ نے ایک حدیث میں کھینچا ہے۔ آپؐ نے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کی وجہ سے غبار آلود اور پراگندہ بال ہے اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے: اے رب! اے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام کا، پینا حرام کا، لباس حرام کا اور اس کی غذا حرام کی ہے، تو اس کی دعا کیونکر قبول ہوگی؟ (مشکوٰۃ)

اللہ تو کہتا ہے کہ میں ہر پکارنے والے کی پکار نہ صرف سنتا ہوں بلکہ اس کا جواب دیتا ہوں، لیکن اس کے لیے دو شرائط ہیں: ﴿فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾﴾ ’’پس انہیں چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں‘ تاکہ وہ صحیح راہ پر رہیں‘‘۔

قبولیت دعا کی بھی بہت سی شکلیں ہیں۔ یہ بھی اپنی جگہ ایک مستقل موضوع ہے۔ یہ نہیں ہے کہ آپ نے جو مانگا بعینہٖ وہی اللہ تعالیٰ آپ کو عطا کر دے گا۔ آپ کی دعا اگر قبول نہیں بھی ہوتی تو وہ آپ کے لیے توشۂ آخرت بھی بن سکتی ہے، آپ کے اوپر سے کوئی مصیبت یا ہلاکت ٹال دی جا سکتی ہے۔ لہٰذا اللہ سے دعا کرتے رہنا چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ پر اپنا ایمان بھی مضبوط ہونا چاہیے اور اللہ کی فرمانبرداری کی زندگی گزارنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خیر کثیر کا مستحق بنا دے۔ آمین!

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

سیاسیاتِ حاضرہ (2)

4 در فضایش بال و پر نتواں کشود | با کلیدش ہیچ در نتواں کشود

اس کی (حکومت کی) فضا میں پر کھول کر مرضی کی اُڑان لینے کی اجازت نہیں ہے اسی طرح ایسی فضا میں اس حکومتی گرفت (جبر و قہر کی غلامی) کا تالہ کھولا نہیں جا سکتا

5 گفت با مرغِ قفس ”اے دردمند | آشیاں در خانۂ صیاد بند

اُس نے پنجرے میں بند پرندے سے کہا: اے دکھ سہنے والے پرندے! تو اپنا گھونسلا شکاری کے دیے ہوئے پنجرے میں ہی بنا (تا کہ جنگل کے خطرات سے محفوظ رہے)

6 ہر کہ سازد آشیاں در دشت و مَرغ | او نباشد ایمن از شاہین و چرغ“

اس لیے کہ جو پرندہ بھی آزادی کی خواہش کرتا ہے اور جنگل اور مرغزار میں گھونسلا بناتا ہے وہ باز اور شکرے کے حملے سے محفوظ نہیں رہتا

7 از فسونش مرغِ زیرک دانہ مست | نالہ ہا اندر گلوے خود شکست

(شکاری کی جادوگری اور) نصیحت آمیز گفتگو سے جو سمجھ دار پرندہ بھی متأثر ہوکر آرام والی زندگی کے تصور میں کھوگیا اب وہ کسی سے اپنی بے بسی اور غلامی کی فریاد نہیں کرسکتا (بلکہ اسے اپنے اندر دفن کرلیا)

8 حُرّیت خواہی بہ پیچاکش میفت | تشنہ میر و بر نمِ تاکش مُیفت

آزادی چاہتا ہے تو شکاری کی پُرفریب گفتگو پر مت جا بلکہ پیاسا مرنا گوارا کرلے اور اس کے انگور کے رس کا خواہش مند نہ بن

4۔ حقیقت یہ ہے کہ مغربی استعمار نے جمعیت اقوام یا اقوامِ متحدہ کے تحت دنیا بھر کی اقوام کو اپنے آہنی اقتصادی شکنجے میں کس رکھا ہے اور VETO کا اختیار اپنے پاس رکھا ہے۔ اس کے تحت کسی قوم کو مرضی کی اُڑان اور بیداری کے لیے پر پھیلانے کی اجازت نہیں۔ مغربی نظامِ تعلیم سے آراستہ قوموں کی جو اُفتادِ طبع بنتی ہے اس سے جبر وقہر کی غلامی کے خلاف کوئی تحریک چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور غلامی کا تالا توڑنا اس مزاج کے بس میں ہی نہیں۔

5۔ اس استعمار کے کارپردازوں کا فرمان یہ ہے کہ تمام اقوام مغرب کے اس دیے ہوئے اقتصادی اور عالمی سیاسی نظام (ورلڈ آرڈر) کے تحت ہی زندگی گزارو چاہے تمہیں اپنے نظریات اور اخلاقیات کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ اپنی زندگی مغرب کے لٹیرے استعمار کے تحت گزارنے میں ہی عافیت سمجھو۔ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔

6۔ یہ مغربی نظام تعلیم، میڈیا اور مغربی اقدار کا ہی شاخسانہ ہے کہ محکوم اقوام کی لیڈر شپ (LEADERSHIPE) اور اشرافیہ (ELITE) میں یہ بات راسخ کردی گئی ہے کہ اگر تم اپنا آشیانہ سیاسی ونظریاتی آزادی کے تحت اپنی مرضی سے بنانا چاہو گے تو پھر تمہیں دنیا میں غالب اقوام اور سپر پاور کے خطرات سے خود نمٹنا ہوگا۔ جبکہ محکومی میں ہم تمہارے محافظ رہیں گے اور تم بے خوف اپنی زندگی کھاؤ پیو اور عیش کرو کے اصول پر گزارو۔

7۔ یہ مغرب کے سامری اور اقوام غالب ہی کی ساحری ہے کہ مشرق کی محکوم اقوام کے ذہین افراد بھی ’دانہ مست‘ ہوگئے ہیں کہ امن وامان کے ماحول میں کماؤ اور کھاؤ، نظریات اور نظریاتی زندگی کو ایک طرف کردو۔ سیاسی آزادی کو بھول جاؤ۔ بقول علامہ اقبال (ابلیس کی مجلس شوریٰ)

آرزو اوّل تو پیدا ہو نہیں سکتی کہیں
ہو کہیں پیدا تو مر جاتی ہے یا رہتی ہے خام

محکوم اقوام کے دل سے آزادی کی خواہش ہی چھن گئی ہے۔

8۔ اے مغرب کے غلام مسلمانو! اگر سیاسی آزادی چاہتے ہو اور اسلام کو ایک غالب قوت بنا کر اپنے نظریات کے مطابق انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنا چاہتے ہو تو مغرب کے دانشوروں، میڈیا کے ذریعے خواب آور تقریروں اور مغربی حکمرانوں کی پُرفریب گفتگو میں مت آؤ۔ بظاہر ترقی اور خوشحالی کا لالچ دے کر وہ تمہیں اپنا غلام ہی رکھنا چاہتے ہیں۔ بھوکا پیاسا مرنا گوارا کرلو مگر اس کی عطا کردہ مراعات اور قرضوں کے متمنّی نہ بنو۔ اس میں تمہاری نظریاتی موت اور ابدی خسارہ ہے۔

ہنوز اندر جہاں آدم غلام است
نظامش خام و کارش ناتمام است
غلامِ فقرِ آں گیتی پناہم
که در دینش ملوکیّت* حرام است

علامہ اقبال

* حقِ حکمرانی کا ایک خاندان میں رہنا

نواز شریف کا بیان اپنے ملک پر خودکش حملہ ہے۔ آنے والے وقت میں یہ بیان پاکستان کے لیے انتہائی ضرر رساں ثابت ہوگا: ایوب بیگ مرزا

یروشلم میں اب دوسرے ممالک بھی اپنے سفارتخانے قائم کریں گے اور جب یہ ہوگا تو اسرائیل کی ظالمانہ کارروائیوں میں مزید اضافہ ہوگا: رضاء الحق

کیا نواز شریف نے حکومت میں رہتے ہوئے پاکستان کے مفاد میں ایسا کوئی کام کیا کہ فوج بھی ان کے ساتھ کھڑی ہوتی: بریگیڈیئر (ر) غلام مرتضیٰ

اسرائیل کی حالیہ درندگی اور نواز شریف کا متنازع بیان کے موضوعات پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: یروشلم میں امریکی سفارت خانہ کا افتتاح ہوا اور اسی دن فلسطینیوں پر ظلم وستم کی ایک نئی داستان رقم ہوئی۔ آپ ان دونوں واقعات کو کس نظر سے دیکھتے ہیں اور اسرائیل کو اس وقت اتنی درندگی دکھانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

رضاء الحق: اسرائیل 1948ء میں قائم ہوا۔ اس وقت سے وہ فلسطینیوں پر ظلم ڈھا رہا ہے اور اس میں آئے روز بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسرائیل نے اپنی طاقت بڑھانے اور ایک ترقی یافتہ ملک کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرنے میں بھی خاطر خواہ کامیابی حاصل کی ہے۔ اس وقت دنیا کے 85 فیصد ڈرونز اسرائیل میں بنتے ہیں۔ پچھلے سال اسرائیل دنیا کا سب سے بڑا weapon exporter تھا۔ وہ دنیا کے تمام معاشی معاملات کے اوپر چھایا ہوا ہے۔ امریکہ، روس جیسے ممالک سے یہودی اسرائیل جا کر آباد ہوئے تاکہ وہ دنیا میں اپنا تسلط قائم کر سکیں۔ جس کو ہم گریٹر اسرائیل کہتے ہیں۔ ابھی امریکہ کا سفارت خانہ یروشلم منتقل ہوا ہے لیکن اب دوسرے ممالک کے سفارت خانے بھی وہاں قائم ہوں گے۔ جب یہ ہوگا تو اسرائیل کی ظالمانہ کارروائیوں میں بھی اضافہ ہوگا۔ سب سے پہلے فلسطینی اس کا نشانہ بنیں گے۔ کیونکہ اسرائیل نے اب یہ ظاہر کرنا ہے کہ اب دنیا کی سب سے سپر قوت اسرائیل ہے۔

سوال: کیا اس موقع پر اسرائیل اپنا ایک سافٹ امیج پیش نہیں کر سکتا تھا؟

ایوب بیگ مرزا: میں اس حوالے سے اسرائیل کی تعریف کروں گا کہ اسے اپنے امیج کی کوئی پروا نہیں ہوتی بلکہ اپنا مفاد ہی اس کے نزدیک اصل شے ہے۔ یعنی اسرائیل اپنے مفاد میں کسی قسم کی منافقت نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ گریٹر اسرائیل کی منزل میں نے حاصل کرنی ہے اس کے لیے میرا امیج برباد ہوتا ہے تو ہو جائے۔ وہ یو این او کو ٹھوکر مارتا ہے۔ جو ادارہ اس کے خلاف قرار داد پاس کر دے وہ اس ادارے کو نکال باہر کرتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا یہ رویہ اپنے لیے بالکل درست ہے۔ امت مسلمہ کو بھی یہی رویہ اپنانا چاہیے۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ یو این او یا دوسرے ادارے جو مسلمانوں کے مفادات کو زد پہنچاتے ہیں تو ہمیں ان کو ٹھوکر مارنی چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسرائیل نے اس وقت جو کچھ کیا اس پر ہم سوائے دکھ، افسوس اور غم کے کیا کر سکتے ہیں۔ دنیا کے تین ممالک یعنی امریکہ، اسرائیل اور انڈیا ایسے ہیں جن کے نزدیک اُمت مسلمہ کا مسئلہ کوئی ایشو ہی نہیں بلکہ وہ ایشو کو بہانہ بناتے ہیں کیونکہ ان کی اصل منزل امت مسلمہ کو نیست و نابود کرنا ہے۔ اسرائیل نے 62 مسلمان شہید کیے ہیں اور 2700 سے زائد زخمی ہیں۔ اس نے ڈرونز سے فائرنگ کی ہے۔ انڈیا کشمیر کے بارے میں کہہ چکا ہے کہ اگر سارے کشمیری مار کے وہاں کی زمین حاصل ہوتی ہے تو یہ مہنگا سودا نہیں ہے۔ جو مسلمان ممالک یہ سمجھتے ہیں کہ اگر امریکہ کی بات مان لی جائے تو ہم بچ جائیں گے وہ بہت بڑی غلط فہمی میں ہیں۔ امریکہ اور اسرائیل پہلے ان ممالک سے نبٹیں گے جو کسی سطح پر اُن کے ایجنڈے کی تکمیل میں مزاحم ہیں اور دوسرے اسلامی ملک جو مزاحمت کے حوالے سے تائب ہو چکے ہیں اُنہیں وقتی طور پر اپنا دوست بنائیں گے۔ جب پہلے والے ممالک سے نبٹ لیں گے تو پھر دوسروں پر بھی ہاتھ ڈالیں گے۔ ہم امت مسلمہ کے تمام سربراہان سے ہاتھ جوڑ کر یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس نقطہ نظر سے سوچیں کہ سوال ان کے تخت کا نہیں ہے بلکہ امت مسلمہ کی بقا کا ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: صہیونی لابی کا یہ پلان آج سے نہیں ہے بلکہ یہ دو سو سال سے چل رہا ہے۔ دنیا کی معیشت پر قبضہ ان کا بہت پرانا ایجنڈا ہے۔ اب تو کارپوریٹ سیکٹر کا دور آ گیا ہے اور دنیا کی بڑی بڑی کمپنیاں ان کے قبضے میں ہیں۔ لیکن اسرائیل نے سیاسی طور پر بھی بڑی حکمت عملی رکھی ہے کہ جتنے عرب ممالک شروع میں اسرائیل کے مخالف تھے باری باری سب کو ختم کر دیا۔ اس وقت عرب میں اسرائیل کی مخالفت بالکل نہیں ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ تو اسی ایجنڈے پر آئے تھے کہ اسرائیل کو سپورٹ کرنا ہے لہٰذا انہوں نے اپنا سفارت خانہ شفٹ کرنے کی ڈیڈ لائن دے دی تھی اور امریکہ کا اپنا سفارت خانہ شفٹ کرنا گویا ایک علامت ہے کہ دنیا کے دوسرے ممالک بھی اب وہاں اپنا سفارت خانہ شفٹ کریں گے۔

ایوب بیگ مرزا: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہر بیماری سے پہلے اللہ اس کا علاج دنیا میں بھیج دیتا ہے۔ اسرائیل اس دنیا کی سب سے مہلک بیماری ہے جس کے علاج کے لیے اللہ نے پاکستان کو اسرائیل سے پہلے قائم کر دیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں اس کا علاج پاکستان کرے گا۔

سوال: پچھلے دنوں نواز شریف کا بیان سامنے آیا جس میں وہ بھارت کے الزامات کی تائید کر رہے ہیں۔ انہیں اس وقت ایسا بیان دینے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

ایوب بیگ مرزا: نواز شریف صاحب اس وقت کرپشن کے بہت سارے کیسز میں پھنسے ہوئے ہیں۔ پہلے ان کی بہت کوشش رہی ہے کہ فوج اور عدلیہ کسی نئے این آر او پر مجبور ہو جائیں۔ جیسا کہ مشرف دور میں ایک این آر او ہوا اور وہ جدہ چلے گئے تھے۔ اب مایوس ہو کر

انہوں نے ایسا بیان دیا۔ یہ بہت تکلیف دہ بات ہے کہ ایک ایسا شخص جو اس ملک کا تین بار وزیر اعظم بنا ہو وہ انٹرنیشنل اسٹیبلشمنٹ کو کال دے رہا ہے۔ دیکھئے! افغانستان پر حملے کے لیے امریکہ نے ایک عذر بنایا کہ یہاں اسامہ ہے، عراق پر حملے کے لیے امریکہ نے ڈبلیو ایم ڈی کا بہانہ بنایا۔ اسی طرح یہ بیان بھی امریکہ کو مواد دینے والی بات ہے کہ ہم کہہ رہے ہیں کہ should we allow our people to cross the border and kill 150 people in Mumbai. یہ ریاست کو براہ راست ملوث کر رہے ہیں۔ دوسرا وہ دنیا کو یہ تاثر دے رہے ہیں کہ مجھے جو یہاں سزا دی جا رہی ہے اس کی وجہ کرپشن نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ بیانیہ ہے۔ میں نے چونکہ یہ بیانیہ اختیار کیا ہے، میں چونکہ اپنی فوج کو کہہ رہا ہوں کہ بارڈر پار لوگوں کو نہ مارو، لہٰذا فوج میری دشمن بن گئی ہے۔ کیونکہ کرپشن میں جب آپ کو سزا ہوگی تو آپ کا ہمدرد کوئی نہیں ہوگا۔

سوال: کیا نواز شریف نے حالیہ انٹرویو میں بیان دے کر اپنا آخری پتا پھینکا ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا یہ بیان پلاننگ کے تحت دیا گیا ہے، کوئی جلسے میں جذبات میں کہی ہوئی بات نہیں ہے۔ لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ ان کا آخری پتا تھا۔ یہ دنیا میں پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ کسی لیڈر نے اپنی ذات کے لیے ملکی سلامتی کو داؤ پر لگانے کی کوشش کی ہے۔

سوال: نواز شریف نے اب تک کلبھوشن یادیو کے بارے میں مذمتی بیان کیوں نہیں دیا؟

رضاء الحق: 2013ء میں جب مسلم لیگ نون کامیاب ہوئی تھی تو بہت سارے خدشات ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے کہ اس دفعہ نواز شریف بیرونی طاقتوں کے آلۂ کار کے طور پر سامنے آ رہے ہیں۔ کلبھوشن یادیو انڈیا کا ایک آفیشل سٹیٹ ایکٹر ہے۔ جو انڈین انٹیلی جنس ایجنسی میں تھا اور وہ پاکستان میں کارروائی کر رہا تھا۔ دنیا کے تمام ممالک اس طرح کی کارروائیوں میں ملوث ہوتے ہیں۔ نواز شریف کی کلبھوشن کے حوالے سے خاموشی منصوبہ بندی کے تحت ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ بھول گئے ہوں۔ اس کے علاوہ انہوں نے کشمیر کا بھی نام نہیں لیا۔ جب کشمیریوں کو پیلٹ گن کے ذریعے زخمی کیا جا رہا تھا تو انہوں نے اس کا بھی ذکر نہیں کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے بلوچستان میں مداخلت کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نظریاتی طور پر محمود خان اچکزئی کے ساتھ ہوں۔ یعنی ان لوگوں کے ساتھ ہوں جو نظریاتی طور پر انڈیا و افغان سنٹرک ہیں۔ گویا وہ کافی عرصہ سے ایک منصوبہ بندی کے تحت یہ کام کر رہے ہیں۔

سوال: کیا نواز شریف کے بیان سے اجمل قصاب کے حوالے سے بھارتی موقف کی تائید ہوتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: قطعی طور پر نہیں! کیونکہ اجمل قصاب نیپال سے اٹھایا گیا تھا۔ اگر اس کا گھر یہاں نکل بھی آیا تو اس کے آباؤ اجداد یہاں پرانے رہ رہے ہوں گے۔ اس حوالے سے اہم بات یہ ہے کہ اتنی جلد بازی میں اس کو پھانسی کیوں دی گئی۔ جب آپ پاکستان پر الزام لگا رہے ہیں تو اجمل قصاب تک پاکستانی قونصلر کو رسائی کیوں نہ دی گئی؟ صرف اس لیے کہ کہیں وہ سچ نہ اُگل دے۔ بتا نہ دے کہ مجھے تو انہوں نے بیان دینے پر مجبور کیا

> یہ دنیا میں پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ کسی لیڈر نے اپنی ذات کے لیے ملکی سلامتی کو داؤ پر لگانے کی کوشش کی ہے۔

ہے۔ کسی نے صحیح کہا ہے کہ اگر پاکستان کا سٹیٹ ایکٹر انڈیا میں پکڑا جاتا تو مودی نے اس کو پنجرے میں بند کرنا تھا اور اس کو لے کر پوری دنیا کے چکر لگانے تھے کہ یہ ہے وہ جاسوس جس کو ہم نے پکڑا ہے۔ لیکن ہمارے وزیر اعظم صاحب نے تو کلبھوشن کا نام لینا بھی گوارا نہیں کیا۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: یہ پوری دنیا میں ہوتا ہے۔ آپ کے ملک کا شہری کسی وجہ سے بک گیا یا بلیک میل ہو گیا اور کسی دوسرے ملک کی ایجنسی نے کوئی غلط کام آپ کے ملک میں کروایا یا کسی دوسرے ملک میں کروا لیا۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ پاکستان کی حکومت یا عوام اس میں انوالو ہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ کسی ملک کا نان سٹیٹ ایکٹر پکڑا جانا بڑا جرم ہے یا کسی ملک کا سٹیٹ ایکٹر پکڑا جانا بڑا جرم ہے؟ کلبھوشن کے بارے میں انڈیا نے خود مانا کہ وہ ہمارا نیوی کا افسر تھا۔ انہوں نے بھی رسائی مانگی تھی اور پاکستان نے اس کی بیوی اور ماں کو اس سے ملنے کی اجازت دی تھی لیکن اجمل قصاب کے بارے میں ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟

رضاء الحق: ریمنڈ ڈیوس بھی مشنری تھا، اس کا لنک بلیک واٹر کے ساتھ تھا۔ اوباما نے باقاعدہ اناؤنس کیا کہ یہ ہمارا ڈپلومیٹ ہے۔ یعنی اپنا بندہ بچانے کے لیے، اپنی فیس سیونگ کے لیے، اپنے رازوں کو راز رکھنے کے لیے اوباما نے ایسا کیا۔ اصل میں نواز شریف امریکی فرم رابرٹی گلوبل کی سفارشات پر عمل کر رہے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو اس بیان کے ڈانڈے بھی ڈان لیکس کے ساتھ مل رہے ہیں۔

سوال: ڈان لیکس سے نواز شریف کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتے تھے؟

رضاء الحق: ڈان لیکس کا معاملہ یہ تھا کہ وزیر اعظم ہاؤس کے اندر میٹنگ ہو رہی تھی جس میں سول اور ملٹری قیادت موجود تھی۔ وہ ایک نیشنل سکیورٹی کے معاملہ پر ڈسکس کر رہے تھے لیکن اس معاملے کو وزیر اعظم ہاؤس کی جانب سے لیک کر دیا جاتا ہے اور وہ اخبار میں آ جاتا ہے۔ حالانکہ یہ چیزیں خفیہ طور پر ڈسکس ہوتی ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: انہوں نے اس کے ذریعے بھی فوج کو بلیک میل کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن فوج بلیک میل نہیں ہوئی۔ نواز شریف شروع سے ہی پاکستان کی آرمی کو نیچے لگا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح کی ایک میٹنگ ترکی میں تھی جس میں پاکستان سے وزیر اعظم نواز شریف، آئی ایس آئی کے چیف، افغانستان کے صدر اشرف غنی اور ترکی کے صدر شامل تھے۔ اس میں ایک موقع پر اشرف غنی نے آئی ایس آئی پر الزامات لگانے شروع کر دیے۔ آئی ایس آئی چیف جواب میں اپنے وزیر اعظم کی طرف دیکھنے لگے لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر آئی ایس آئی چیف نے افغان صدر کو منہ توڑ جواب دیا تو وہ خاموش ہوئے۔ نواز شریف اس معاملے میں اس نہج پر چلے گئے ہیں کہ وہ چاہتے ہیں ایک دفعہ آرمی کو ایسی مار پڑ جائے کہ یہ اٹھنے کے قابل نہ رہے اور پھر اُن کے عزائم کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔

سوال: فوج کی سیاست میں مداخلت پر مختلف سیاسی اشخاص بولے ہیں۔ نواز شریف کا جرم بڑا کیوں ہو گیا؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: فوج کی سیاست میں مداخلت پر ہر کوئی تنقید کر رہا ہے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ فوج کا سیاست سے کوئی لینا دینا نہیں ہونا چاہیے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان کی تنقید فوج پر صرف اسی حوالے سے ہے یا ان کا کوئی ذاتی مسئلہ ہے جس کو وہ مختلف انداز میں ظاہر کر کے ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو حکومت نہیں کرنے دی جا رہی۔ لیکن کیا انہوں نے حکومت میں رہتے ہوئے پاکستان کے مفاد میں ایسا کوئی کام کیا کہ فوج بھی ان کے ساتھ کھڑی ہوتی۔ کیا فوج اور حکومت کو ایک پیج پر لانا صرف فوج کی ذمہ داری ہے یا یہ حکومت کی بھی ذمہ داری ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اصل فرق یہ ہے کہ دوسرے سیاستدانوں نے اگر فوج کے خلاف بات کی ہے تو وہ اندرونی معاملات کے حوالے سے کی ہے لیکن انہوں نے کہا ہے کہ

ہماری فوج دوسرے ممالک میں لوگوں کو مار رہی ہے۔اس سے ہماری فوج کا امیج پوری دنیا میں خراب ہوا ہے۔ انہوں نے یہ کہا کہ ممبئی حملوں میں جو دہشت گردی ہوئی اس میں پاکستانی فوج انوالو تھی۔ایسا بیان تو غداری ہے۔

سوال: ''ڈان'' اخبار کی پاکستان کے ساتھ مخالفت کیوں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تمام انگلش میڈیا، تمام لبرلز کو پاکستان کے ساتھ مسئلہ ہے۔ کیونکہ یہ ان این جی اوز کے ساتھ ہیں جو باہر سے پیسہ لیتی ہیں۔

رضاء الحق: 2005ء میں جب یہاں ہیلری کلنٹن آئی تھیں تو یہاں کے میڈیا میں پانچ بلین ڈالرز تقسیم کیے گئے تھے اور وہ اسی مقصد کے لیے کیے گئے تھے۔

سوال: شہباز شریف اپنے بھائی کی کتنی تائید کرتے ہیں؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اس بیان کو own کوئی نہیں کرسکتا۔الطاف حسین نے جب ایسا بیان دیا تھا تو یہاں ان کے پارلیمانی لیڈر فاروق ستار نے جماعت سمیت ان سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ بہرحال یہ ان کے بڑے بھائی ہیں۔ دیکھنا یہی ہے کہ وہ اپنی پارٹی کو کس طرح بچاتے ہیں۔لیکن نواز شریف نے جو بیان دیا ہے اس کو نہ ان کا بھائی own کرسکتا ہے، نہ کوئی پارٹی لیڈر چاہے وہ وزیراعظم ہی کیوں نہ ہو۔ وزیراعظم اور دوسرے پارٹی کے لوگ جو لیپاپوتی کر رہے ہیں اس سے کچھ حاصل نہیں ہونے والا۔

سوال: نواز شریف کے حالیہ بیان کے بعد ن لیگ کا سیاسی مستقبل کیسا ہوگا؟

ایوب بیگ مرزا: اگر کوئی دوسرا ملک ہوتا تو ایسی جماعت اپنے لیڈر کو isolate کر دیتی۔لیکن ہمارے ملک کا مسئلہ کچھ اور ہے۔ ہمارے ہاں اندھی تقلید کا رجحان بہت زیادہ ہے۔ہم جذبات میں بہت زیادہ اندھے پن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔لوگ منطقی طور پر معاملات کو بہت کم دیکھتے ہیں اور جذباتی لحاظ سے زیادہ دیکھتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ یہاں شخصیت پرستی کا معاملہ بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ ن لیگ کو بہت زیادہ نقصان نہیں ہوگا لیکن نقصان ضرور ہوگا۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: میں سمجھتا ہوں کہ یہ بیان ن لیگ کے لیے خودکش دھماکہ ہے۔ چونکہ اب پارٹی کے صدر شہباز شریف ہیں۔نواز شریف تو ویسے ہی نااہل ہو چکے ہیں۔ اگر وہ اس بنیاد پر کوشش کر رہے تھے کہ ہم الیکشن جیت جائیں گے اور پھر اسمبلی میں آ کر قانون تبدیل کر کے اپنے آپ کو بچالیں گے تو اس بیان کے بعد سے وہ منزل بھی بہت دور چلی گئی ہے۔

سوال: امریکی سفارت کار کرنل جوزف آخر کار امریکہ چلا گیا۔ سفارتی میدان میں امریکہ اور پاکستان کی کیا گیم چل رہی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: کرنل جوزف نے ایک پاکستانی

> **نواز شریف چاہتے ہیں کہ ایک دفعہ آرمی کو ایسی مار پڑ جائے کہ یہ اٹھنے کے قابل نہ رہے اور پھر اُن کے عزائم کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ نہ رہے**

شہری کو مارا تھا۔اس کو گرفتار کیا جانا چاہیے تھا لیکن وہ سفارت خانہ میں محصور تھا۔ اب چونکہ میاں صاحب کے اس بیان سے ہماری پوزیشن بہت کمزور ہو چکی تھی۔ کیونکہ ہم نے اپنے ملک کے اوپر ایک خودکش حملہ کیا۔ جس سے ملک بہت نیچے چلا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے اس بیان سے پاکستان کی پہلے والی پوزیشن اور بعد والی پوزیشن میں زمین و آسمان کا فرق ہوگیا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جب کسی پر الزام لگتا ہے تو اس کی پوزیشن کچھ اور ہوتی ہے اور جب الزام ثابت ہو جاتا ہے اور وہ مجرم بن جاتا ہے تو اس کی پوزیشن کچھ اور بن جاتی ہے۔ نواز شریف کے اس بیان نے پاکستان کو مجرم ثابت کیا ہے۔ لہٰذا جب گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے گا، جب اپنے گھر میں کمزوری ہوگی تو آپ باہر نہیں لڑ سکتے۔ کیونکہ ہمیں اپنی عسکری قیادت سے پہلے بھی توقع نہیں تھی کہ وہ امریکہ کے سامنے کھڑی ہو جائے گی۔

سوال: کرنل جوزف کا معاملہ پیچیدہ کیوں ہوگیا؟

رضاء الحق: یہ معاملہ اتنا سادہ نہیں تھا۔ واقعہ کے عینی شاہدین نے بتایا تھا کہ امریکی کرنل نے شراب پی ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے اس نے اشارہ توڑا تھا اور پھر اسی وجہ سے ہلاکت ہوئی۔ انٹرنیشنل قانون میں اسے homicide کے طور پر لیا جاتا ہے یعنی یہ دوسرے درجے کا قتل ہوتا ہے۔ اس کی سزا آپ کو پندرہ سال تک ہوسکتی ہے۔ پاکستان اس پر مقدمہ چلا کر اس کو سزا دلوا سکتا ہے۔ کیونکہ پاکستان امریکہ کو اس علاقے میں ناکوں چنے چبوا سکتا ہے۔ افغانستان میں امریکہ کی موجودگی پاکستان کے مرہون منت ہے۔ ان کی تمام سپلائز پاکستان کے تھرو جاتی ہیں۔ اگر پاکستان ان سے تعاون نہ کرے تو ان کے لیے بہت مشکل کھڑی ہو جائے گی۔ لیکن پاکستان میں یہ ہمت ابھی تک نہیں آئی۔ ہم دعا کر سکتے ہیں کہ یہ ہمت آئے۔

❁❁❁

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ جون 2018، رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ

مشمولات

☆ مسئلہ فلسطین کا فطری حل — ادارہ

☆ قرآن اور رمضان — جمیل الرحمٰن عباسی

☆ پاکستان کا بیانیہ — شجاع الدین شیخ

☆ ذکر اللہ کی اہمیت و فضیلت — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

☆ شوال کے روزے: فضیلت اور احکام — پروفیسر عبدالعظیم جانباز

☆ اقبال کا پیغام: اُمتِ مسلمہ کے نام — محمد ندیم اعوان

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 30 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرون ملک) 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔کے، ماڈل ٹاؤن لاہور

سامانِ شیون

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

رمضان المبارک کا چاند بحمد اللہ طلوع ہوگیا۔ پوری دنیا چھٹ کر دو حصوں میں بٹ گئی! روزے کی فرضیت پہچاننے والے اور نہ جاننے پہچاننے والے! حزب اللہ اور حزب الشیطان۔ (المجادلۃ 22-19) مفلحون اور خسرون۔ ناری شیطان تو بندھ گیا۔ طینی شیاطین کھلے پھر رہے ہیں۔ اب برسرزمین سارا فساد انہی کے دم قدم سے ہے۔ قدس پر ایک طرف فلسطینی نوجوانوں کے خون کے چھینٹوں کی برسات ہے۔ دوسری جانب اس پر گریٹر اسرائیل ایجنڈے کے تحت امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کا سیاہ سایہ ہے۔ پوری مسلم دنیا کسی نہ کسی رنگ، خانہ جنگی، آمرانہ استبداد، کفر کی یلغار سے آزمائی جارہی ہے۔ ایسے میں ہلال رمضان کی دعا ہر بن مو سے پکار بن کر اٹھتی ہے: **اللھم اھلہ علینا**...... الخ ''یا اللہ یہ چاند ہم پر نکال امن وایمان، سلامتی واسلام کے ساتھ۔'' (آمین) اس وقت ہماری سب سے بڑی ضرورت ہر جا امن اور سلامتی ہے۔ تاہم امن، ایمان سے منتج ہے اور سلامتی، اسلام ہی سے مل سکتی ہے!

یہ پورا ایمان کا پیکج ہے۔ جو آگ کو گلزار کر دیتا اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکیوں سے نکال کر سلامتی کی چھاؤں میں لے آتا ہے۔ محفوظ ومامون کر دینے والا، امن دینے والا ''المؤمن'' رب ہے۔ اسلام میں پورے داخل ہو جانے میں، اسے طرز زندگی بنالینے میں ہر دکھ کا مداوا ہے۔ اسلم تسلم، اسلام لاؤ، سلامتی پاجاؤ گے۔ لیکن ہم سلامتی کو سلامتی کونسل میں ہی تلاش کرتے ادھ موئے ہوگئے۔ عالمی چوہدریوں کی اس لونڈی کے ہاں مسلمانوں کے لیے مگرمچھ کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں رکھا! یہ آنسو بھی امریکی ویٹو نگل جاتا ہے۔ الٹا نہتے فلسطینیوں کو ان کے شہداء اور زخمیوں کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ ایسے میں مسلمان کہاں ہیں؟ عرب آبادی میں بے قراری پائی جاتی ہے۔ مگر ان کے حکمران امریکہ/اسرائیل کی محبت میں سرشار ہیں۔ سعودی ولی عہد کیونکہ امریکی داماد کشنر (یہودی) کی دوستی کا اسیر ہے اس لیے منہ موڑے بیٹھا ہے۔ جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔ بحرین، امارات بھی اسرائیلی ظلم پر منہ میں گھنگنیاں ڈالے بیٹھے ہیں۔

فلسطینی یوم نکبہ (تباہی، آفت) منا رہے تھے۔ وہ دن جو فلسطینی آبادی پر قیامت بن کر گزرا تھا (5 مئی 1948ء) ہر سال یہ دن فلسطینی اپنے خون میں نہا کر مناتے ہیں جب یہودیوں نے برطانیہ کی چھتری تلے فلسطین پر قبضہ کیا تھا۔ 5 لاکھ فلسطینی مہاجر بنا کر دنیا میں بکھیر دیئے گئے۔ یہودی آبادیاں عفریت کی طرح بڑھتی پھیلتی گئیں۔ امریکہ اور مغربی ممالک کی مکمل پشت پناہی کے ساتھ مسلسل نہتے محصور فلسطینی غزہ، مغربی کنارے تک محدود کیے جانے کے بعد اسرائیلی جنگی جرائم کا نشانہ بنتے رہے۔ پوری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک کر بین الاقوامی معاہدوں اور قوانین کا منہ چڑاتے ہوئے بالآخر ٹرمپ نے یہ آخری چھرا فلسطینی مظلومین اور امت مسلمہ کی پیٹھ میں گھونپ دیا۔ ارض مقدس، قبلہ اول، مقبوضہ یروشلم میں امریکی سفارتخانہ منتقل کر کے اسرائیلی قبضے میں تازہ روح پھونک دی۔ صرف ایک نظر جشن جو اس موقع پر امریکہ اور اسرائیل نے امریکی سفارتخانے میں مل کر منایا ہے اسے ملاحظہ فرمالیجئے۔ اسے دیکھتے ہوئے پھٹی پھٹی آنکھوں اور حیرت سے گنگ ہوتی زبان اور کانوں میں پڑنے والے یہودی صیہونی جذبات کی تپش ناقابل یقین تھی۔ رمضان کی پہلی روپہلی راتیں اور مسلمانوں کی کسمپرسی! اقبال نے ہلال عید سے جو کچھ کہا۔ وہی آج بھی سچ ہے:

بارش سنگ حوادث کا تماشائی بھی ہو
امت مرحوم کی آئینہ دیواری بھی دیکھ
اوج گردوں سے ذرا دنیا کی بستی دیکھ لے
اپنی رفعت سے ہمارے گھر کی پستی دیکھ لے!

رمضان کے شب وروز سے چند لمحے نکال کر گریٹر اسرائیل کے مرکز کا یہ افتتاح بہ چشم سر دیکھئے۔ کس مذہبی جوش وخروش سے ڈاکٹر رابرٹ جیفرسن جو Baptist Mega Texan چرچ کا پادری ہے، بند آنکھوں سے جذبات میں ڈوب کر اس تقریب کی اہمیت یہودی تاریخ کے تناظر میں بیان فرما رہے ہیں۔ اسے تین ہزار سالوں کے خوابوں کی تعبیر (یروشلم کا اسرائیل کا دارالخلافہ بنایا جانا) قرار دے رہے ہیں۔ یہودی وزیراعظم اور ٹرمپ پر داد وتحسین اور مبارکبادوں کے ڈونگرے برسا رہے ہیں۔ ایک اور امریکی پادری جان ہاگی جو ''اسرائیل کے لیے متحد عیسائی'' نامی تنظیم کا بانی ہے اور جو ٹیلی ویژن پر فروغ عیسائیت کا زبردست مبلغ ہے، نے کہا: ''یروشلم وہ مقام ہے جہاں مسیح (الدجال) کو آنا ہے اور لازوال بادشاہت قائم کرنی ہے۔'' امریکی سفیر (یہودی) برائے اسرائیل کا گہرا، ذاتی دوست، قدامت پرست یہودی ربی بھی ہمراہ کھڑا ٹرمپ کی درازیٔ عمر کے لیے دعا گو دکھائی دے رہا ہے۔ اسرائیلی اخبار Haaretz کے مطابق امریکہ کی ''فرسٹ یہودی بیٹی'' ایوانکا اور کشنر نے یہودی عبادت گاہ میں عبادت فرمائی۔ یروشلم میں ٹرمپ کے تعریفی بینرز کی قیمت ''صیہون دوست عیسائی مبلغین'' امریکی تنظیم اور عیسائی صیہونی مائیک ایوان نے ادا کیے۔ اس تقریب میں ان کی بڑی تعداد میں شرکت یہ بتا رہی تھی کہ سفارتخانہ یروشلم منتقل کرنے کے پیچھے اصل قوت کونسی کارفرما ہے؟ یہ پوری تقریب آمد دجال کی بھرپور مذہبی تیاری کا منہ بولتا ثبوت اور گریٹر اسرائیل کے اہم ترین سنگ میل کی حیثیت سے دیکھی جاسکتی ہے۔ تقریب میں ڈھیروں لال پھول، فلسطینی خون سے رنگین ہونے کا تاثر دے رہے تھے! آخر میں تمام حاضرین نے مل کر یہودی مذہبی نعرہ بلند کیا۔ مسلم دنیا کو قومیت، سیکولرزم، لبرلزم، آزادی، بے راہ روی کی آگ میں جھونک کر، تمام باشعور مسلم دینی عناصر پر دہشت گرد کا لیبل لگا کر عقوبت خانوں میں ٹھونس کر خود کیا کر رہے ہیں؟ ایک طرف پرجوش مذہبیت کے ساتھ آمد دجال کی تیاری اور دوسری طرف مسلم ممالک کی اینٹ سے اینٹ بجارہے ہیں۔

ایک طرف یہ جشن برپا تھا۔ صرف 50 میل دور یہی یہود غزہ کے مسلمانوں پر سیدھی گولیوں کی باڑ برسا رہے تھے۔ جس سے 60 فلسطینی شہید ہوئے جس میں 8 ماہ کے معصوم پھول سمیت 16 بچے شامل ہیں۔ 2700 زخمی ہوئے جن میں شدید زخمی خطرے (باقی صفحہ 14 پر)

ماہِ رمضان......عشرۂ مغفرت کی فصلِ بہار

پروفیسر عبدالعظیم جانباز (سیالکوٹ)

خالقِ کائنات نے تین اقسام کی مخلوق پیدا کی ہیں۔ نوری یعنی فرشتے، ناری یعنی جن، اور خاکی یعنی انسان جسے اشرف المخلوقات کا درجہ دیا گیا۔ دراصل انسان روح اور جسم کے مجموعے کا نام ہے اور اس کی تخلیق اس طرح ممکن ہوئی کہ جسم کو مٹی سے بنایا گیا اور اس میں روح آسمان سے لا کر ڈالی گئی۔ جسم کی ضروریات کا سامان یا اہتمام زمین سے کیا گیا کہ تمام تر اناج، غلّہ، پھل اور پھول زمین سے اُگائے، جبکہ روح کی غذا کا اہتمام آسمانوں سے ہوتا رہا۔ ہم سال کے گیارہ ماہ اپنی جسمانی ضرورتوں کو اس کائنات میں پیدا ہونے والی اشیاء سے پورا کرتے رہتے ہیں اور اپنے جسم کو تندرست و توانا رکھتے ہیں۔ مگر روح کی غذائی ضرورت کو پورا کرنے کی غرض سے ہمیں پورے سال میں ایک مہینہ ہی میسّر آتا ہے جو رمضان المبارک ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کر دیئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔'' (سورۃ البقرہ:183)

رمضان المبارک کی فضیلت و برکت کا تذکرہ کیا جائے تو شاید سینکڑوں بلکہ ہزاروں اوراق سیاہ ہو جائیں اور فضائل و برکات کا سلسلہ ختم نہ ہو۔ یہاں چند باتوں کا ذکر جن کی وجہ سے رمضان المبارک کا مہینہ اس قدر بابرکت ہوگیا۔ سب سے اہم اور خاص بات تو یہ ہے کہ اس ماہِ مقدس میں قرآن کریم کا نزول ہوا اور اس کے ذریعے انسانیت کو ہدایت ملی اور انسان کا ہدایت یافتہ ہونا ہی دراصل روح کی تندرستی ہے۔ اور آخرت کی کامیابی ایک کامیاب روح سے منسلک ہے۔ اس مہینے کو بخشش اور مغفرت کا مہینہ بھی کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''رمضان المبارک وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں لہٰذا اب سے جو شخص اس مہینے کو پائے اس پر لازم ہے کہ اس مہینے کے پورے روزے رکھے اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے۔ اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے سختی نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے یہ طریقہ تمہیں بتایا جا رہا ہے تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔'' (البقرہ:185)

رمضان المبارک رحمت کا مہینہ بھی ہے پورے سال مسلمان ارادی اور غیر ارادی طور پر گناہوں کا انبار جمع کرتے ہیں تو جب رمضان میں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے تو ساری امت عشرہ رحمت سے فیضیاب ہوتی ہے ہم سب کو چاہیے کہ اللہ پاک سے گناہوں سے توبہ اور رحمت طلب کریں کہ وہ تمام لوگوں کو اپنی رحمت میں جگہ دے۔ اس ماہِ مقدس کا دوسرا عشرہ مغفرت کا ہے جس میں رب کائنات سے مغفرت مانگنی چاہیے کہ وہ سب کی مغفرت فرمائے اور گناہوں کو معاف کرے۔

الحمدللہ! رمضان المبارک کا عظیم الشان پہلا عشرہ جہاں اپنی رحمتوں سے بنی آدم کو ڈھانپ کر ختم ہوتا ہے، وہیں دوسرا عظیم الشان عشرہ دستک دیتا ہے۔ دوسرا عشرہ، اپنے اندر پہلے عشرے سے زیادہ اجر و ثواب سموئے ہوتا ہے۔ پہلے عشرۂ مبارک میں اللہ رب العزت ہر اس روزہ دار کو جو خاص رضائے الٰہی کے لیے روزے کا پورا حق ادا کرتے ہوئے روزہ رکھتا ہے۔ ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت نازل کرتا ہے۔ رب العالمین عام مہینوں سے زیادہ اس ماہ مبارک میں اپنی خاص رحمتیں نازل کرتا ہے۔ یہ رحمتیں مسلمانوں کے لیے مخصوص ہیں۔ عشرۂ رحمت کے بعد عشرۂ مغفرت شروع ہوتا ہے۔ ان رحمتوں پر مسلمان اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کریں، وہ کم ہے۔ اگر ساری زندگی بھی اس سجدۂ شکر سے سر نہ اٹھائیں تو بھی اس نعمت عظیم کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ اللہ رب العزت اس عشرے میں مسلمان روزہ داروں کو اپنی مغفرت سے نوازتا ہے جو ان کی زندگی کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

اللہ جل جلالہ اس کے تمام پچھلے گناہوں سے اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں، اور یہ ازالہ اس کے صغیرہ گناہوں کا ہوتا ہے، اس کے کبیرہ گناہوں کے لیے توبہ شرط ہے۔ اگر کوئی مسلمان عشرۂ ثانیہ میں اپنے پچھلے تمام کبیرہ گناہوں سے سچے دل سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے صغیرہ گناہ روزے کی برکت سے معاف فرما دے گا اور وہ شخص گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسے اس کی ماں نے اسے ابھی ابھی جنم دیا ہو۔ اللہ رب العزت کی ذات سے امید ہے کہ وہ تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو حسنات سے بدل دے گا۔ جس کسی کو اللہ تعالیٰ کی مغفرت مل گئی۔ اسے سب کچھ مل گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں حشر کے میدان میں اس کے گناہوں کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا جائے گا اور نہ ہی اس کے گناہ سب کے سامنے بیان کیے جائیں گے۔ میزان عمل میں ان کی نیکیوں کا پلڑا بھاری اور وزنی ہوگا اور وہ یوم الدین کی ہولناکی سے محفوظ ہوگا۔ اس مبارک عشرے میں غفور الرحیم ارشاد فرماتا ہے:

''ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا جسے میں عطا کروں؟ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا جسے میں معاف کروں''؟

ایسا اس ماہ مبارک کے دوسرے عشرے کی ہر رات میں ہوتا ہے۔

اللہ رب العالمین کو معافی بہت پسند ہے۔ جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے اور اسے اس پر شرمندگی محسوس ہوتی ہے تو وہ معافی مانگنے کے لیے دعا کرتا ہے۔ ابھی اس نے صرف یا اللہ ہی کہا ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت اور اس کی صفت غفور جوش میں آتی ہے، اور ارشاد ہوتا ہے:

''جا! میں نے تجھے معاف کیا''۔

سبحان اللہ! اللہ کی شان تو دیکھیے کہ بندے نے صرف معافی کے لیے اللہ کہا، اور ابھی پوری دعا مکمل بھی نہیں ہوئی کہ اللہ نے اس کی مغفرت فرما دی۔

رب ذوالجلال والاکرام تو اپنے بندوں کو معاف کرنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ جب کسی بندے سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ رحیم و کریم اسے مہلت دیتا ہے کہ شاید اب بھی یہ مجھ سے معافی مانگ لے، شاید اب بھی یہ میری طرف رجوع کر لے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو آسمان اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہے: ''اے اللہ! تو مجھے اجازت دے کہ میں اس پر ٹوٹ پڑوں''۔ زمین کہتی

ہے: ''اے اللہ، تو مجھے اجازت دے کہ میں اسے اپنے اندر دھنسا لوں''۔اس موقع پر مالک الملک کا ارشاد ہوتا ہے: ''اگر یہ تمہاری مخلوق ہے اور تم اس کے خالق ہو تو تمہیں اجازت ہے۔اور اگر یہ میرے بندے ہیں اور میں ان کا خالق ہوں تو میرے بندے کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔ میں اس بات کا انتظار کروں گا کہ یہ مجھ سے رجوع کر لے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے''۔

بے شک! یہ ہمارا رب ہی ہے جو ہمارے پکارنے اور یاد کرنے پر نہ صرف لبیک کہتا ہے، بلکہ ہر معافی چاہنے والے کے گناہ بھی فرما دیتا ہے۔افسوس ہے ہم پر کہ ہم اس مبارک عشرے کو پائیں اور اس میں ہماری مغفرت نہ ہو۔

رمضان کے دوسرے عشرے میں جو کہ عشرۂ مغفرت کے نام سے موسوم ہے، استغفار کی کثرت کرنی چاہیے۔صبح و شام اللہ رب العزت سے اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر معافی مانگنی چاہیے۔اس سے ہمارا رب تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے اور ہماری مغفرت فرما دیتا ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے، پھر وہ اس پر شرمندہ ہو کر اللہ سے معافی مانگتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اللہ رب العزت اس کی مغفرت فرما دیتا ہے۔پھر وہ شخص وہی گناہ دوبارہ کرتا ہے تو توبہ ٹوٹ جاتی ہے۔ پھر وہ اپنے گناہ پر شرمندہ ہوتا ہے اور اللہ سے ایک بار پھر معافی طلب کرتا ہے تو اللہ پاک اسے پھر اس کے گناہ سے سبک دوش کر دیتا ہے۔وہ پھر وہی گناہ کرتا ہے اور اس بار بھی اس کی توبہ ٹوٹ جاتی ہے۔وہ پھر اللہ سے معافی طلب کرتا ہے اور رب کریم نہ صرف اس کی پھر مغفرت فرما دیتا ہے، بلکہ یہ بھی ارشاد فرماتا ہے: جا، میں نے تجھے معاف کیا، اب تو جو چاہے کر، تجھ پر گناہ نہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے وہ گناہ کرنے کی اجازت دے دی ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جب جب گناہ کرتا رہے گا اور سچے دل سے اس پر شرمندہ ہو کر اللہ رحمٰن و رحیم سے مغفرت طلب کرتا رہے گا، اللہ اس کے گناہوں سے اسے پاک کرتا رہے گا۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے: ''تم اتنے اتنے گناہ لے کر آؤ کہ تمہارے گناہ زمین کو بھر دیں اور بھرتے بھرتے ساتوں آسمان کو بھر دیں، میں اتنی اتنی یعنی اس سے کئی گنا زیادہ مغفرت لے کر آؤں گا''۔

اللہ پاک اپنے بندے کے رجوع کرنے کا منتظر رہتا ہے کہ وہ چاہے اتنے زیادہ گناہ کر لے کہ اس کے گناہ زمین و آسمان کو ڈھانپ دیں تب بھی وہ رحمٰن اور رحیم اسے معاف کر دے گا۔

رب ذوالجلال والاکرام کا ارشاد ہے: ''تم گناہ کرتے کرتے تھک جاؤ گے، میں معاف کرتے کرتے نہیں تھکوں گا''۔

اس سے اللہ کو اپنی رحمت بتانا مقصود ہے کہ میں معاف کرتے کرتے کبھی نہیں تھکوں گا، اگر چہ تم ہی گناہ کر کر کے عاجز آ جاؤ گے۔ یہ اللہ پاک ہی ہے جو اپنی رحمت اور مغفرت سے ہم پر احسان کیے ہوئے ہے، ورنہ ہم نے تو اپنے آپ کو ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔رمضان کا دوسرا عشرہ بڑی برکات کا حامل ہے، اس کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ یہ عشرہ ہمارے لیے بہت قیمتی ہے۔جس میں ہم اپنے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معافی مانگ کر اللہ کے حضور پاک و صاف پیش ہو سکتے ہیں۔

❁❁❁

بقیہ: کار تریاقی

میں ہیں۔امریکہ نے اس تقریب کے لیے یوم نکبہ کا انتخاب کیا۔ٹرمپ نے فلسطینیوں کے زخموں پر نمک چھڑکتے ہوئے اس تقریب سے وڈیو لنک پر خطاب فرمایا اور کہا کہ امریکہ امن اور آزادی کے لیے اسرائیل کا پارٹنر رہے گا۔ کس کی آزادی اور کس کا امن؟ اسرائیل کا! فلسطینی اسی طرح گولیوں اور آنسو گیس کے گولوں کی برسات کا سامنا کریں گے۔اسی دوران یہودیوں نے مسجد اقصیٰ پر دھاوا بولا اور مسجد کی بے حرمتی کی۔فلسطینیوں کے قتل عام کا مجرم امریکہ بھی ہے۔عرب دنیا کی خاموشی اور بے حسی سے خون کے چھینٹے ان حکمرانوں کے دامن پر بھی صاف دیکھے جا سکتے ہیں۔ مردہ ہیں مانگ کے لائے ہیں فرنگی سے نفس...... برانڈ مسلم حکمران!

مزید یہ بھی تو ہے کہ اس وقت دنیا میں سب سے بڑا جرم مصیبت زدہ مسلمان کی مدد کرنا ہے۔شام، فلسطین، کشمیر، افغانستان (پر غاصب امریکہ کا قبضہ)......کیا آپ ان تمام مقامات پر زخمی، شہیدوں کی بیواؤں، یتیم بچوں کی مدد کر سکتے ہیں؟ جی نہیں! اس کا نام ''ٹیرر فائیننسنگ'' (دہشت گردی کی مالی امداد!) رکھ دیا گیا ہے۔دنیا کے مہا دہشت گرد اسرائیل کو دامے درہمے سخنے امریکی مدد اس زمرے میں نہیں آتی! ہمارے خیراتی ادارے سب بند کر دیئے جاتے ہیں۔تازہ خبروں میں سعودی خیراتی، امدادی اداروں پر تفتیش کاروں کا غیر معمولی دباؤ ہے۔ (امریکی حکم پر) اب مساجد، مدارس، یتیم خانوں، روزہ کشائیوں کی بجائے فیشن انڈسٹری، میوزیکل شوز میں مدد فراہم کرو۔ پانی کے کنوؤں (صدقہ جاریہ) کی جگہ بل بورڈز کا ''سیۂ جاریہ'' کھڑا کرو۔

ہماری اسلام پسندی کی حالتِ زار دیکھنی ہو تو ذرا پیپلز پارٹی کی سینیٹر شیری رحمان کا غم و غصہ ملاحظہ ہو! کس بات پر؟ کہ نئے ایئرپورٹ پر اے ایس ایف کی خواتین اہلکاروں نے سر حجاب سے ڈھانپ رکھے تھے! آگ بگولا ہو گئیں کہ یہ زبردستی کروایا جا رہا ہے؟ تو کیا ان خواتین کو کبوتر کے خون جیسی لال سرخی اور لمبے لال ناخن سے آراستہ کر کے چڑیل، ویمپائر صورت بنا کر ہوائی اڈے پر لا کھڑا کیا جائے؟ زبردستی جابجا یونیفارم میں مردانہ وار پینٹس تو پہنائی جا سکتی ہیں، حجاب پہننا قیامت ہو گیا۔

رمضان (ریاست مدینہ سے مشابہت دی گئی تھی سرکاری بیانیے میں) کا استقبال چترال میں سرکاری سرپرستی میں ''کالاش فیسٹول'' کے میلے سے کیا گیا۔سیاحت کے لوازم رقص، موسیقی، شراب و شباب غیر ملکی سیاحوں کی بڑی تعداد کے لیے فراہم تھے۔ دیوی ''جیتک'' کی پوجا پاٹ (جو عورتوں اور بچوں کے تحفظ کی دیوی ہے! پناہ بخدا!) اور دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کی رسومات بھی میلے کا حصہ تھیں۔ عین 16 مئی کو یہ مکمل ہوا۔مزید یہ کہ نیلم وادی کے حادثے میں المناک اموات (جو سیلفیاں پل پر بناتے ہوئیں) کی خبریوں شائع ہوئی: ''نیلم ویلی حادثے کے شہید'' شہادتوں کو اتنا ارزاں کر دیا گیا کہ کل شکاگو کے ''شہید'' امریکی مزدور تھے۔اب کالجوں سے رمضان سے عین پہلے نوجوان لڑکے لڑکیاں پکنک مناتے سیلفیاں لیتے تکلیف دہ حادثے کا شکار ہو گئے۔تو ''شہید'' کا لیبل لگا دیا؟ شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن؟ شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے؟ کشمیر کے اس پار آزادی اور ایمان کی قیمت چکاتے شہداء کو دیکھئے۔فلسطین کو اقصیٰ کی حرمت پر لہو رنگ دیکھئے۔اور پھر دشمنوں کے خون سے رنگیں قبا ہونے کی بجائے اپنے بچوں کے یہ روز و شب ملاحظہ ہوں! امت کے حالِ زار سے لاعلم۔ بے حسی بے دردی کا لقمہ تر! ایک تصویر لاہور میں موٹر سائیکلوں پر سوار قوم کی بیٹیوں کے فاتحانہ نعروں کی بھی ہے! پنجاب حکومت مزید 26 اضلاع میں خواتین موٹر سائیکل سواروں کی ریلی کروائے گی! ترقی کی معراج ملاحظہ ہو ع

موج کو آزادیاں سامانِ شیون ہو گئیں!

خدمت قرآن کی ابتدائی منزل

ڈاکٹر ضمیر اختر خان

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہزاروں دینی مدارس اسلام کی تعلیمات کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں اہم خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان مدارس میں مختلف علوم وفنون پڑھائے جاتے ہیں مگر سب سے زیادہ توجہ علم حقیقی کے دوسرچشموں یعنی قرآن وحدیث پر دی جاتی ہے۔ فقہ اسلامی بھی مدارس میں خاص توجہ کا مرکز ہوتی ہے۔ مدارس میں یوں تو متنوع مضامین پڑھائے جاتے ہیں لیکن دوشعبے ایسے ہیں جو ہر مدرسے کا لازمہ ہیں۔ ایک شعبۂ حفظ و ناظرہ جسے ''مکتب'' کے خوبصورت نام سے پہچانا جاتا ہے۔ دوسرا کتب کا شعبہ کہلاتا ہے۔ مکتب کے تحت ایک متوسط صلاحیت کا بچہ دو سے تین سال تک مکمل قرآن مجید حفظ کر لیتا ہے۔ بہتر صلاحیت کے حامل بچے سال ڈیڑھ سال میں تکمیل کر لیتے ہیں۔ غیر معمولی ذہانت کی وجہ سے بعض بچے ایک سال کے اندر بھی یہ سعادت حاصل کر لیتے ہیں۔ اس وقت ہمارا موضوع خدمت قرآنی کی یہی ابتدائی منزل ہے جس کے حوالے سے چند گزارشات پیش کرنی ہیں۔ ان سطور کے ذریعے یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ مکتب کے بچوں کو اسی ابتدائی مرحلے میں ہی قرآن مجید کے دیگر مقاصد کی طرف بھی توجہ دلائی جائے تاکہ ان کے ذہن میں حفظ قرآن کے ساتھ ان مقاصد کے حصول کا جذبہ بھی پیدا ہو ورنہ اکثر وبیشتر دیکھنے میں آیا ہے کہ بچے یا تو قرآن بھول جاتے ہیں یا صرف رمضان تک حفظ کو محدود کر لیتے ہیں۔ رمضان کی آمد سے تھوڑا پہلے یاد کرنا شروع کرتے ہیں اور رمضان میں منزل سنا کر پھر گیارہ مہینے قرآن کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کا مخارج کی صحت کے ساتھ پڑھنا، اس کا حفظ کرنا اور ماہِ صیام میں سننا سنانا بہت بڑی سعادت ہے مگر کیا قرآن کا سمجھنا، اس کے احکام پر عمل کرنا اور اس کی تعلیمات کو پھیلانا زیادہ ضروری اور اعلیٰ درجے کا کام نہیں ہے؟ اس دور میں جبکہ دین کے احکام پر انفرادی واجتماعی سطح پر کما حقہ عمل نہیں ہو رہا کیا ضروری نہیں ہے کہ ایسے حاملین قرآن تیار کیے جائیں جو حفظ وقرأت کے ساتھ ساتھ قرآنی تعلیمات کا عملی نمونہ بھی ہوں اور اس کے احکام کو انفرادی واجتماعی زندگی کے تمام شعبوں میں لاگو کرنے کے لیے سعی وجہد کرنے والے بھی ہوں۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کے حفظ وقرأت پر ہی اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ اس کے احکام کو زندگی کے ہر شعبے میں نافذ بھی کیا تھا۔ ان کے ہاں ایمان کی آبیاری سے لے کر اس کی مضبوطی تک اور عبادت کی ادائیگی سے لے کر سماجی رسومات کی انجام دہی تک ہر مرحلۂ زندگی میں قرآنی احکام کی پاس داری کی جاتی تھی۔ حضورؐ اور صحابہ کرامؓ نے تو قرآن کی بنیادوں پر اپنا سارا معاشرتی نظام استوار کیا تھا۔ انہوں نے اپنی معاش کو بھی قرآن کے احکام کے عین مطابق بنایا تھا۔ ان کے ہاں پورا سیاسی نظام قرآنی دستور کے تابع تھا۔ غرض انہوں نے قرآن کا سارا نظام عدل اجتماعی برسرزمین قائم کر کے دنیا کو ایسا قابل عمل، متوازن اور دنیا وآخرت کی کامیابی کا ضامن نظام دیا جس کا حسین عنوان ''نظام خلافت راشدہ'' ہے۔ اس کی مثال پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ آج دنیا کو پھر اسی نظام عدل وقسط کی ضرورت ہے جو قرآنی اصولوں پر قائم ہو۔ اس لیے حاملین قرآن کو بتایا جائے کہ تم نے صرف قرآن کی تلاوت پر اکتفا نہیں کرنا بلکہ اس کے پورے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد بھی کرنی ہے۔

مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے قرآن کے حوالے سے بہت ہی عمدہ اور متوازن بات ارشاد فرمائی ہے۔ امید ہے کہ مکتب ومدارس کے اساتذۂ کرام، حضرت کی اس بات کا اپنے طلباء کے سامنے تذکرہ کر کے انہیں قرآن کے سارے حقوق کی طرف متوجہ کریں گے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ''قرآن کی مجرد تلاوت، بغیر سمجھے بھی، یقیناً باعث اجر وثواب ہے مگر قرآن کے احکام کو نہ سمجھنا اور پھر ان پر عمل نہ کرنا بہت بڑا جرم بھی ہے۔ اس طرز عمل سے عین ممکن ہے کہ نہ سمجھنے اور عمل سے عاری ہونے کی وجہ سے گناہ کا پلڑا، ثواب کے مقابلے میں بھاری ہو جائے تو نتیجہ آخرت میں ناکامی بھی ہو سکتی ہے'' (روایت بالمعنیٰ)۔ اس لیے ضروری ہے کہ خدمت قرآن کے جملہ پہلوؤں کو ملحوظ رکھ کر ایسا رویہ اختیار کیا جائے جو دنیا وآخرت کی کامیابی کا موجب بنے۔ اسی صورت میں قرآن ہمارے حق میں حجت بنے گا۔ ورنہ ہمارے خلاف بھی حجت بن سکتا ہے۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔

قرآن مجید کے ایسے مقامات جن پر عمل ریاستی وحکومتی اختیارات کے بغیر نہیں ہو سکتا، ان کو پڑھاتے ہوئے اساتذہ طلباء کو بتائیں کہ ان پر عمل کرنے کے لیے بھی جدوجہد کرنی ہوگی۔ چند مقامات یہ ہیں۔ یاایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ (اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے)۔ والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللّٰہ (چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔ یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا، عذاب اللہ کی طرف سے)۔ الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائة جلدة، ولا تاخذکم بھما رأفة فی دین اللّٰہ، ان کنتم تؤمنون باللّٰہ والیوم الآخر (زناکار عورت اور مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ، ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہیے، اگر تمہارا اللہ اور قیامت پر ایمان ہے)۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی شکل میں آزاد ملک عطا فرمایا ہے۔ یہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو وجود میں آیا تھا۔ اس کو قرآنی دستور کے تابع کرنا ہر پاکستانی مسلمان کی ذمہ داری ہے مگر اس ذمہ داری کی ادائیگی دینی علم کے حاملین پر سب سے زیادہ عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ نبی ﷺ کے وارث ہیں۔ آیئے! اس رمضان میں عہد کریں کہ ہم اس ملک میں قرآنی دستور حیات کو جاری کرنے کے لیے اپنا تن، من، دھن سب کچھ لگائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

رمضان اور دعا

جمیل الرحمٰن عباسی

سورۃ البقرۃ میں رمضان کے احکام کے بیان میں ہی دعا کا ذکر ہوا' فرمایا گیا: ''اے نبیؐ جب آپ سے میرے بندے' میرے بارے میں پوچھیں تو بتا دیجیے کہ میں قریب ہی ہوں ہر دعا کرنے والے کی دعا کو سنتا ہوں جب بھی وہ پکارے پس چاہیے کہ وہ میری باتوں کو مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں تا کہ ہدایت پا جائیں۔'' (البقرہ:186)

امام ابن کثیر اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''احکام صیام کے درمیان اس آیت مبارکہ سے خطاب کرنا گویا دعا میں محنت واجتہاد کرنے کی راہنمائی کرنا ہے۔''

رمضان اور دعا کا تعلق کئی اعتبار سے ہے۔ ایک تو یہ کہ روزہ اور اس کے متعلقات عبادت میں داخل ہیں جب کہ دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ روزہ انسان کی روحانی بیداری کا ذریعہ ہے اور جب انسان روزے اور متعلقہ عبادات کے اہتمام سے اپنی روح کو زندہ وتوانا کرتا ہے تو اس کی روح اپنے رب سے لو لگاتی ہے اور اس کا اہم ذریعہ دعا ہے۔

رمضان المبارک کا خصوصی انعام قبولیت دعا ہے جس کا سلسلہ آغاز رمضان ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔

یہ بات ایک حدیث مبارکہ میں یوں بیان کی گئی: ''بے شک آسمان کے دروازے ماہ رمضان کی پہلی رات ہی میں کھول دیے جاتے ہیں اور پھر رمضان کی آخری رات تک ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا''۔ (معجم الاوسط للطبرانی)

شارحین حدیث نے آسمان کے دروازے کھولے جانے کو دعاؤں کی قبولیت کے لیے ایک اشارہ قرار دیا ہے (تنویر شرح الجامع الصغیر' فیض القدیر)

رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ کی طرف سے رمضان کے ہر دن رات میں بہت سے لوگوں کو دوزخ سے بچایا جاتا ہے اور بے شک رمضان کے ہر دن رات میں مسلمان کی دعا قبول کی جاتی ہے۔'' (صحیح الترغیب والترھیب)

سیدنا جابر بن عبد اللہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّ لِلّٰہِ عِنْدَ کُلِّ فِطْرٍ عُتَقَاءَ، وَذٰلِکَ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ)) (سنن ابن ماجہ)

اس طرح کی روایات کا حاصل یہ ہے کہ رمضان کا پورا مہینہ اس کے دن اور اس کی راتیں' قبولیت دعا کے لیے ایک ظرف کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ فضیلت تمام اوقات کو حاصل ہے البتہ بعض اوقات اور حالات میں قبولیت دعا کی اضافی فضیلت بیان کی گئی ہے جو درج ذیل ہیں:

سحری کی دعا:

روزے کی ابتدا سحری سے ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے سحری کھانے کی تاکید فرمائی۔ اس لیے ہر روزہ دار اس وقت بیدار ہوتا ہی ہے۔ ہمارے علم میں کوئی ایسی روایت تو نہیں آئی جس میں روزے دار کو سحری کے وقت دعا کا حکم دیا ہو لیکن سحری کے وقت بلکہ نصف یا تہائی رات کے بعد سے لے کر طلوعِ فجر تک کے وقت اور اس وقت میں دعا و استغفار کی فضیلت ایک مسلمہ امر ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب آدھی رات یا دو تہائی رات گزر جاتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ پھر فرماتا ہے: ہے کوئی مانگنے والا جسے میں عطا کروں' ہے کوئی دعا کرنے والا میں جس کی دعا قبول کروں' ہے کوئی بخشش مانگنے والا جس کی بخشش کر دی جائے اور یہ سلسلہ صبح پھوٹنے تک چلتا رہتا ہے۔'' (صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی صفات میں بیان کیا: ''صبر کرنے والے' سچ بولنے والے' فرمانبرداری کرنے والے' اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور سحری کے وقت استغفار کرنے والے۔'' (آل عمران)

''وہ رات کو تھوڑا سویا کرتے تھے اور سحر کے اوقات میں گناہوں کی بخشش مانگا کرتے تھے۔'' (الذریات)

کثرت استغفار رسول اللہ ﷺ کی سنت۔ آپؐ فرماتے ہیں: ''اللہ کی قسم بیشک میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں یومیہ ستر بار سے زیادہ توبہ واستغفار کرتا ہوں۔'' (صحیح البخاری)

رسول اللہ ﷺ نے اس کی مزید تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو اللہ کی جناب میں توبہ کرو بیشک میں دن میں اس کی جناب میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔'' (صحیح مسلم)

ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو استغفار کو لازم پکڑے گا اللہ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنائے گا اور اس کی ہر فکر و پریشانی دور کرے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے وہ سوچ بھی نہ سکے گا۔'' (رواہ أبو داؤد)

ایک نکتے کی بات بیان کرتے چلیں کہ استغفار کی کثرت' گناہوں کی معافی کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس کا بھی ذریعہ ہے۔ اولاً تو اس لیے کہ تزکیے کا ایک حصہ گناہوں سے پاکی و معافی ہے اور اس کا ذریعہ استغفار ہے اور دوسرے یہ کہ کثرت استغفار' تقویٰ کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔ امام ملا علی القاری (اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے) نے مرقاۃ شرح مشکاۃ میں اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا مضمون آیت مبارکہ ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ --- وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (الطلاق) سے مماثل بلکہ کشیدہ و مقتبس ہے۔ حدیث میں استغفار کرنے والے کے لیے جو بشارتیں بیان کی گئی ہیں وہی آیت مبارکہ میں تقویٰ کے لزوم پر بیان کی گئی ہیں۔ یعنی استغفار اور تقویٰ دونوں کے حاصل ایک جیسے ہیں۔ اسی باہمی مناسبت سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ استغفار کا حاصل بھی تقویٰ ہے۔ اس طرف اشارہ ایک دوسری حدیث سے بھی ملتا ہے کہ ایک صحابی رسول ﷺ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت بد زبانی کرتا ہوں یا رسول اللہ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمْ) میں ڈرتا ہوں کہ کہیں دوزخ میں نہ جا پڑوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''استغفار کے معاملے میں تو کہاں کھڑا ہے؟ (کتنا استغفار کرتا ہے) جبکہ میں تو دن میں سو سو بار استغفار کرتا ہوں۔'' (مسند احمد)

حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے سحری کھانے والے کو اللہ کی برکت و رحمت اور فرشتوں کی دعائیں حاصل ہوتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''سحری کا کھانا برکت ہے پس اسے ترک نہ کرو چاہے ایک گھونٹ پانی ہی سے اس کا اہتمام کرو۔ پس بے شک اللہ سحری کھانے والے پر برکتیں نازل کرتا ہے اور فرشتے اس کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں۔'' (مسند احمد)

پس سحری کے وقت اور کھانے کی برکت' مالک کائنات کی طرف سے قبولیت کے اعلان اور استغفار کی عظمت اور فرشتوں کی دعائیں' یہ وہ تمام مناسبتیں ہیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ روزے دار' سحری کے وقت کثرت سے استغفار و دعا کیا کریں۔

حالت روزہ میں دعا

حالت روزہ میں انسان کو خصوصی طور پر دعا کی

جانب متوجہ رہنا چاہیے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزے دار کی دعا رد نہیں کی جاتی۔'' (مسند احمد)

ایک دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین دعائیں ایسی ہیں جو قبول کی جاتی ہیں۔ روزے دار کی دعا، مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔'' (شعب الایمان للبیہقی)

یہی بات ایک دوسرے انداز میں یوں بھی فرمائی گئی: ''تین لوگوں کی دعا نہیں ٹالی جاتی امام عادل کی دعا اور روزے دار کی دعا یہاں تک کہ افطار کرلے اور مظلوم کی دعا'' (سنن الترمذی)

ان احادیث میں تو روزے دار کی ان دعاؤں کی قبولیت کی اشارت ہے جو وہ حالت روزہ میں کرے، چاہے نماز وعبادت کے اوقات میں چاہے اس کے علاوہ، لہٰذا حالت روزہ میں دعا مانگتے رہنا چاہیے۔

افطار کے وقت کی دعا

افطار کے وقت کی دعا کی بھی خاص اہمیت بیان کی گئی ہے: ''روزے دار کے لیے اس کے افطار کے وقت ایسی دعا ہے جو قبول کی جاتی ہے۔'' (شعب الایمان)

دوسرے اسلوب میں یہ بشارت یوں سنائی گئی: ''بے شک روزے دار کے لیے ایسی دعا کا موقع ہے جو رد نہیں کی جاتی۔'' (سنن ابن ماجہ)

ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ رمضان المبارک میں دعا میں خوب محنت کی جائے، بالخصوص افطار کے وقت، گھر والوں کو جمع کر کے دعا میں شریک کرنا چاہیے۔ ایک روایت میں وارد ہوا ہے: ''جب افطار کا وقت آجاتا تو سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے اہل واولاد کو بلاتے اور پھر دعا کرتے۔'' (شعب الایمان)

افطار کی دعائیں

ویسے تو افطار کے موقع پر ہر جائز دعا مانگی جاسکتی ہے لہٰذا زیادہ سے زیادہ دعائیں مانگی چاہئیں۔ البتہ بعض مسنون و ماثور دعائیں بھی ہیں ان کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے۔

معاذ بن زہرۃ روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ: نبی کریم ﷺ جب افطار کرتے تھے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ ''اے اللہ میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے عطا کیے رزق پر افطار کرتا ہوں۔'' (سنن ابی داؤد)

تنبیہ: عوام الناس کے ہاں یہ دعا ان الفاظ میں مشہور ہوگئی ہے: ((اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ آمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ)) ''اے اللہ میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تجھ پر ایمان رکھتا ہوں اور تجھی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور تیرے رزق پر افطار کرتا ہوں۔''

امام ملا علی القاری ان الفاظ کے بارے میں لکھتے ہیں: ''لوگوں کی زبان پر مشہور ہوگیا۔ یہ مسنون دعا پر اضافہ ہے جس کا سنت وحدیث میں ثبوت نہیں ہے''

پس چاہیے کہ ان الفاظ کو بوقت افطار نہیں پڑھنا چاہیے بلکہ اوپر سنن ابوداؤد کے حوالے سے بیان کردہ دعا ہی پڑھنا چاہیے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ جب افطار فرماتے تو درج ذیل دعا پڑھا کرتے تھے: ((ذَھَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ)) پیاس چلی گئی (بدن کی) رگیں تر ہوگئیں اور اجر پکا ہوگیا اگر اللہ نے چاہا تو۔'' (سنن ابی داؤد)

امام ملا علی القاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ یہ دعا افطار کرنے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ کئی ایک شارحین حدیث نے اس دعا کے بارے میں یہی لکھا کہ یہ بعد از افطار پڑھنی چاہیے۔ امام ابن الملک فرماتے ہیں: ''یہ دعا افطار کے بعد پانی پی لینے کے بعد پڑھنی چاہیے۔''

اس تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ افطار کے بعد جلد ہی یہ دعا پڑھ لینی چاہیے نہ یہ کہ انسان کھانے پینے میں مشغول ہوجائے اور بہت دیر کے بعد یہ دعا پڑھے بلکہ بہتر ہے کہ افطار کے بعد جلد ہی یہ دعا پڑھ لی جائے۔''

تنبیہ: امام شرف الدین النووی نے الاذکار میں یہ تمام دعائیں باب ما یقولُ عندَ الإفطار کے تحت بیان کیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ دعائیں افطار کے موقع پر بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس معاملے میں توسع ہے اور جسے ہم نے بعد میں قرار دیا یا جسے پہلے پڑھنے کا ذکر کیا ہے اگر ان کی ترتیب آگے پیچھے ہوجائے تو کوئی بڑا حرج واقع نہیں ہوتا۔

ابن ابی مُلیکہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بوقت افطار یہ دعا پڑھتے سنا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ ''اے اللہ میں تیری اس رحمت کا سوال کرتا ہوں جو ہر شے پر چھائی ہے کہ تو میری بخشش فرما دے۔'' (سنن ابن ماجہ)

جب کسی کے پاس افطار کیا جائے تو درج ذیل دعا پڑھنی چاہیے: اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ، وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ ''تمہارے پاس روزے دار افطار کریں، تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں اور فرشتے تم پر دعائیں کریں۔'' (سنن ابی داؤد) (الاذکار للنووی)

مختلف روایات کی روشنی میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ دعا عام ضیافت کے موقع پر بھی پڑھی جاسکتی ہے اور دعوت افطار پر بھی، جیسا کہ مرقاۃ الفاتیح میں اس پر مفصل کلام دستیاب ہے۔

❁❁❁

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں مقیم راجپوت فیملی کو اپنے بیٹے عمر 29 سال، پراجیکٹ انجینئر ملٹی نیشنل کمپنی (کیمیکل انجینئر) اور بیٹی عمر 28 سال، تعلیم ایم فل کامرس ہیلے کالج، لیکچرار گورنمنٹ گرلز کالج، پابند صوم وصلوٰۃ کے لیے صالح و نیک سیرت خاندان سے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0334-9978638

☆ فیصل آباد کے رفیق تنظیم، شیخ فیملی، عمر 45 سال، ذاتی کاروبار، ایک بیٹا (عمر 14 سال)، بیوی انتقال کر گئی دوسری شادی کے لیے، پڑھی لکھی، صوم وصلوٰۃ کی پابند خاتون کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-7673755
0300-7651975

دعائے صحت کی اپیل

حلقہ پنجاب شرقی کی مقامی تنظیم ساہیوال کے ملتزم رفیق جناب محمد سعید کو فالج کا اٹیک ہوا ہے

قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

☆ تنظیم اسلامی ملتان شہر کے امیر جناب اشتیاق احمد صدیقی کے چچا بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں

برائے تعزیت: 0321-6300851

☆ حلقہ کراچی شمالی کے ناظم رابطہ جناب طارق امیر پیرزادہ کی والدہ وفات پا گئیں

☆ تنظیم اسلامی کے بزرگ ملتزم رفیق ڈاکٹر محمد اسلم نون سعودی عرب میں ایکسیڈنٹ میں وفات پا گئے

برائے تعزیت: 0300-4839449

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Our History Haunts Our Future

Views from Abroad

By Samah Jabr

A French colleague once asked me, "Why are the Palestinians stuck in the Nakba? They commemorate villages no longer present on any map and bequeath to their children the keys to homes that have been long abandoned. Why don't they leave it all behind, and look to the future?"

The answer is that the Nakba is not only an historical trauma but an accumulative affliction that continues to harm Palestinian identity, both collectively and individually; the Nakba is an ongoing injury that has never been bandaged or healed. The Nakba is a contemporary insult renewed with every Palestinian who is humiliated, arrested, and killed; salt is added to the wound of the Nakba with every demolished home and every bit of confiscated land.

The memory of the Nakba is not kept alive by the key that moves from the hand of the grandfather to the hand of the grandson. The memory lies in the damaged identity and self-image that has been thrust upon us and which is passed from generation to generation. We inherit the Nakba from the oppressed, expelled generation which came before – an anguished heritage which carries bad memories as if our genes themselves were anguished.

Neither an attempt to forget or the senility of old age can dispel these memories. Silence cannot undo its shocking impact. On the contrary, commemoration of the Nakba is necessary in order to understand the present and to redress the injury of the past. A collective trauma requires a collective healing through popular narrative, rituals, and symbolic representation, as well as restorative justice. Silence and denial will only deepen the wound and inflict future calamities upon us.

"But the Palestinians who approach the fence in Gaza must be suicidal!" proclaims my colleague emphatically, without curiosity about the thoughts and feelings of these Palestinians. My colleague's quick diagnosis does not acknowledge that these Palestinians may intend to communicate a need, may intend to alter the unchanging conditions of the status quo. These Palestinians may intend to protest the theft of their land or the siege or the partition of their people. But by making a quick diagnosis, my colleague forecloses the opportunity to listen and to negotiate better strategies; by drawing judgments on the basis of surface behavior, genuine understanding is short-circuited.

There is a difference between the psychological profile of a person who attempts suicide because of personal problems and the person who undergoes self-sacrifice in the context of social struggle. The suicidal person is hopeless and desperate, withdrawing from others pessimistically or fearing to be a burden upon them. Suicidal actions are often egocentric because the individual's spark of life has lost its meaning in interpersonal terms. In contrast, the self-sacrificing person–even on the pathway to death–may be full of hope, indeed perhaps too much so. The act of self-sacrifice often involves an altruistic dedication to others and an eagerness to improve their future chances. Their hope is to extinguish their own soul in the service of giving light to others and brighten the road ahead.

I remember a dream that I had a few years ago. I was walking in the darkness and beheld creatures with brown fur walking slowly on their

four legs. Every now and then, one stopped and turned its head upwards. It was too dark to see clearly, but I finally recognized a human face. That was a dream about my people and the poor insight in the world.

When Palestinians fight for their national rights, we are called “terrorists.” When we demonstrate in non-violent ways and are killed by the occupying forces, we are called “suicidal;” Avi Dichter, the Chairman of the Israeli Foreign Affairs and Defense Committee, called peaceful demonstrators “idiots.”

Are there people who are willing to open their eyes in this darkness to see the Palestinian human face?

Throughout history, millions have marched to have their voices heard. Human beings often make sacrifices for the sake of their values or on behalf of others for whom they care. When such persons die, they are glorified and considered to be martyrs to their cause. Why should it be so different when such persons are killed by Israeli forces? Two months ago, Arnaud Beltrame, a French policeman, exchanged himself with a hostage in a terrorist attack in Trebes; he was unfortunately killed, but his behavior was lauded as brave and heroic, not suicidal.

The great march which started on Land’s Day and continues as I write this text, on the bitter occasion of the establishment of the American Embassy in my occupied city of Jerusalem, is meant to celebrate the 70th Anniversary of the Nakba. This march signifies the special meaning of this land to the Palestinians. Whereas some landowners may regard their lands as mere property that generates economic profit and can be exploited for water, energy, and food, the Palestinians feel otherwise. As a landless people, the Palestinians view land as an aspect of their own souls, representing their injured identity. Attached to their land with deep emotion, many Palestinians are ready to die for it. Advocacy, strategies, planning and calculation of risks are needed so that Palestinians do not need to be killed in order for their plight to be recognized. Premature judgment, psychiatric labeling, or exploitation of self-sacrifice cannot advance understanding of this plight.

Land is the material space for the life story of Palestinians, as with all people. Let there be space on earth for the Palestinians, so that human beings will not search for their life stories underground. It is a great anguish that so many Palestinians are killed in defense of their dreams. Our only solace is to believe that if they have left us by choice to sleep forever, they continue somehow to pursue those beautiful dreams.

<u>Source</u>: *Middle East Monitor*

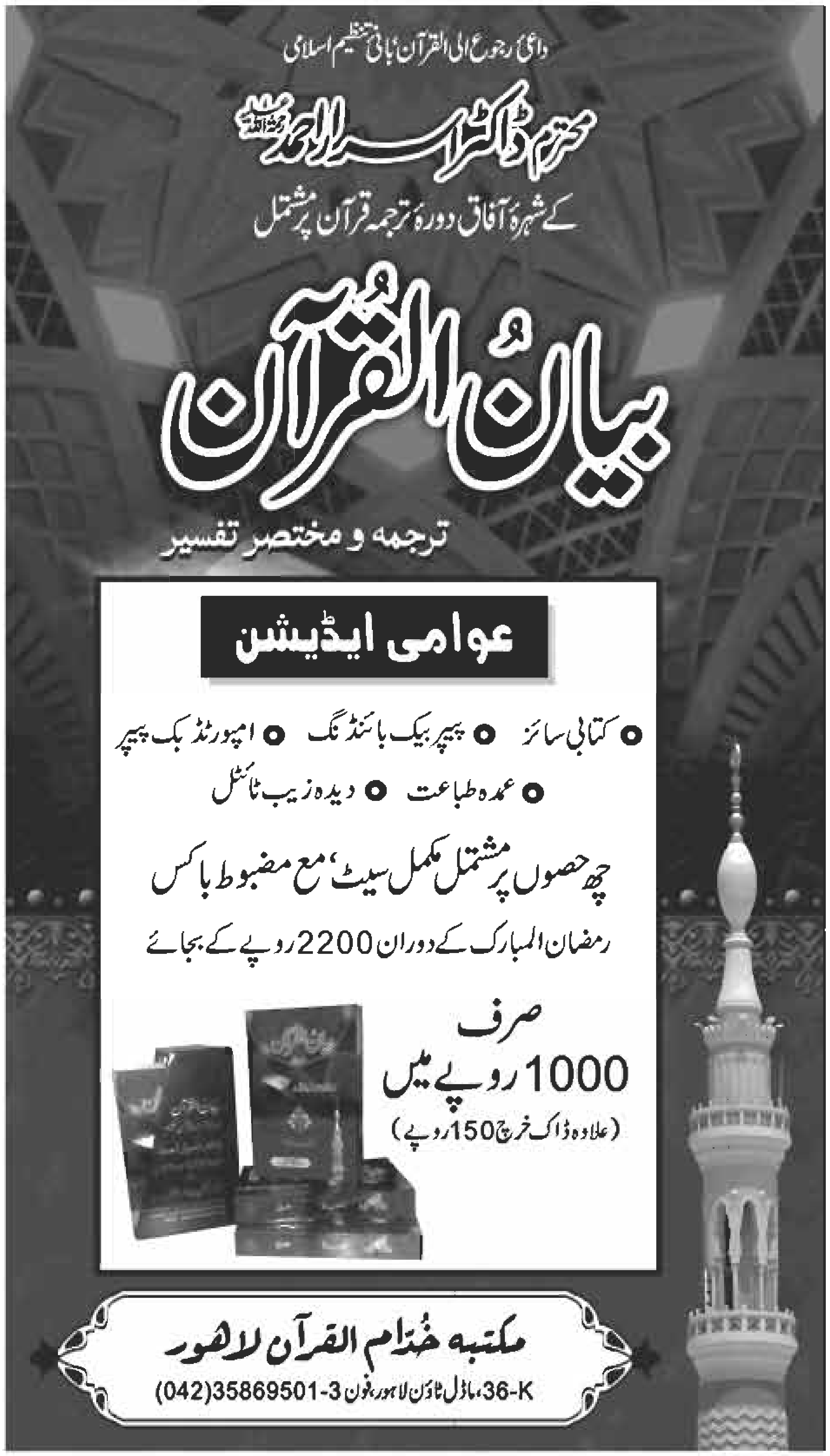

Vol: 27 Regd. No. C.P.L NO.114 No.22

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore